



۲۵

۲۸

۳۰

۳۴ دل پشیمانی لوی بی لے

۳۵ مہم مہم مہم

۴۳ شری گویا لاس مسرود

۴۴ پینڈت کیدار ناتھ پر بھاکر

ہو پریس دہلی سے چھپو کر دفتر رسالہ ایم دہلی گریٹ ویاہ

بانتقام شری گودھ ناٹھ



تخیالات کا پرچارک



روحانیت کے بلند ترین

صفحہ

مضمون نگار

خنوان

شمار

فہرست مضامین

ماہ مایچ ۱۹۶۷ء

چند سالانہ

گیارہ روپے

Rs. 11/=

قیمت فی پرچہ 75 پیسے

ممالک غیر سے 18/- روپے

ایڈیٹر

گورکھ ناتھ نندہ

۱	فہرست مضامین	۱
۲	تجھ کو سلام میرا	۲
۳	آتم بودھ (سوامی شنکر اچاریہ کرت)	۳
۳	مترجم جگنشی نر سنگھ داس جی لو	۳
۷	کوی لوگت اتھ دل	۷
۹	مترجم سنت ہری سنگھ جی	۹
۱۶	سنت بود سنگھ جی بٹیر	۱۶
۱۷	کھنتی ہ فلیق فدا ہو کو غائبانہ کیا	۱۷
۲۰	ہندو سنسکرتی	۲۰
۲۰	شری بھگن ناتھ کھنہ	۲۰
۲۵	سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا	۲۵
۲۵	شری ہری چند خوشدل ایم اے	۲۵
۲۸	گائے	۲۸
۲۸	ہندو دھرم کا سر و ناش نہ کرو۔	۲۸
۳۰	شری کے ایم منشی	۳۰
۳۴	روایات کہن	۳۴
۳۴	شری روشن لال پٹیل لوی بی اے	۳۴
۳۵	نادر شاہ کا حملہ	۳۵
۳۵	مولوی محمد معصوم محشر	۳۵
۴۳	بھارت کے تو ہنالو	۴۳
۴۳	شری گوپال داس مسرور	۴۳
۴۴	یڑو بھدر کالی	۴۴
۴۴	پنڈت کیدان ناتھ پر بھاکر	۴۴

تجھ کو سلام میرا

ڈاکٹر بیتاب علی پوری ادیب فاضل سونی پست. رام بازار

اے کارواں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 کون و مکاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 تیرے ہی دم سے قائم ہے رنگ و نور، ہستی
 عمر رواں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 کونین کے اُجالے ہر دل میں بسنے والے
 ہر دو جہاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 تیری عنایتوں کا مرہون ہے زمانہ
 بزم جہاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 بخشا ہے زندگی کو تو نے شعور، ہستی
 ارض و سماں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 دُنیا سے مضطرب کو اک امن عام بخشا
 امن و اماں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 جس جاپ میں نے دیکھا جلوہ ہے تیرا ہر سو
 سارے جہاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 میں عندلیب گلشن گل خار میرے ہمدم
 اے گلستاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 برق و شرر سے میری ہر وقت چمکیش ہے
 ہر اشیاء کے مالک تجھ کو سلام میرا
 انسان کو نہایت عالی مقام بخشا
 ہر قلاب و جاں کے مالک تجھ کو سلام میرا
 جنت سے کم نہ ہر گز بیتاب کا وطن ہو
 حورو جہاں کے مالک تجھ کو سلام میرا

گذشتہ پیوستہ
قسط نمبر ۷

اد

اتم بودہ

سلسلہ کیلئے دسمبر ۱۹۶۷ء کا پہلا ملاحظہ ہو

جگت گورو شہری سوامی شنکر اچاریہ کرت
ترجمہ و تشریح :- از بخشی ترشنکداس لودھی کنٹرولر آف دلیفنس اگولٹس ڈیر دون۔

اہنکار۔ (۲۵) ست چت اتما اور بدھی کی برقی ان دونوں کے ادویک پورن سنیوگ سے " میں جانتا ہوں " روپنی خیال اُپتین ہوتا ہے۔

(شرح) جب ہم سوچتی اوستھا سے جاگرت اوستھا میں آتے ہیں۔ اس وقت اُس گہری نیند کی حالت میں جو اوجھو ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں میں تو اب میٹھی نیند میں سویا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ گویا وہاں ہم نے اپنے آرام اور اکیان کو اوجھو کیا۔ لیکن اس حالت میں اس کا دوجین نہیں ہو سکتا۔ اس سے نکل کر جاگرت میں ہی اس کا ذکر موتا ہے۔ گویا کارن یہ ہے کہ وہاں گہری نیند میں سن بھلی اتیادی نہیں ہوتے۔ جنکے ذریعے اس اوجھو کو پرکٹ کیا جاوے۔ اور وہاں کوئی غیر نہیں جس کو بتایا جاوے۔ وہاں صرف اتما اپنی مہما میں تھکت رہتا ہے۔ تن تنہا اس میں کوئی برقی یا سنکاپ نہیں اٹھ سکتا۔ سوچتی سے جب سوچ میں آتے ہیں۔ من اور بدھی سمیت سوکشم شری کام کرنے لگتا ہے۔ اسوقت وہاں سنکاپ و کلپ کی سرشتی بھی اُپتین ہو اُتی ہے اور جاگرت اوستھا میں وہی درٹھ ہو کر انیک برمیوں کے روپ میں سنسار پرکٹ ہو جاتا ہے۔ اسی اُسٹے کو مکھ رکھ کر بھگوان شنکر اچاریہ کہتے ہیں۔ کہ ادویک سے تو بدھی اور اتما کا کوئی میں نہیں۔ انکا سنیوگ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح دن رات کا۔ اندھیرے اندر روشنی کا کوئی میں نہیں۔ اسی طرح چیتین اور جڑ کا بھی کوئی میں نہیں۔ اتنا چیتین ہے اور بدھی جڑ ہے۔ پھر بھی ادویک رہت پرشوں کو اتما اور بدھی کا سنیوگ پر نیت ہوتا ہے۔ ادویک سے جو اتما اور بدھی کا سنیوگ معلوم ہوتا ہے اسی ادویک یا اکیان کی حالت میں ہی یہ برقی (میں جانتا ہوں) پیدا ہوتی ہے۔ بہر طلب یہ ہے کہ جب مننش یہ اقرار کرتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ اس وقت گیتا نا گیان گئے کی ترپٹی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس میں بدھی کی برقی ہی کارن ہے۔ کسی دستو کا دیکھنا یا جانتا اس پر کار ہوتا ہے۔ کہ انتہ کرادہ کی اُپا دھی دانے چیتین سے برقی جب آنکھوں کے راستے باہر نکلتی ہے۔ تو اپنے ساتھ چیتین کا پرتی بہر بھی ساتھ لئے جاتی ہے۔ اور یہ اوتوپر جا کر ٹککتی ہے۔ اس میں تھکت چیتین کا چیتین سے میل ہو جاتا ہے اور برقی اس کو چیتین کے پرکاش سے پرکاشت کرتی ہے جس سے وہ دستو دکھائی دیتی ہے۔ یا جانی جاتی ہے۔ اسلئے ثابت ہوا کہ جب تک بدھی کی برقی ساتھ نہ ہو میں جانتا ہوں یا میں دیکھتا ہوں۔ میں کرتا ہوں وغیرہ۔ اس قسم کا کوئی خیال اٹھ ہی نہیں سکتا۔ چونکہ بدھی کی برقی میں ہی یہ اوجھو ہوتے ہیں۔ یہ سارا گیان برقی یا بدھی کا ہے۔ اتما کا نہیں۔ بدھی کی اُنو پستھتی (غیر حاضری) میں برقی گیان بھی کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتما اور بدھی کا تاد اتم سمبندھ ہونے سے اوصیاں ہوتا ہے۔ بدھی کے کام اتما میں اور اتما کے گن بدھی میں پر نیت ہوتے ہیں۔

آتما گیان سرور ہے۔ اور اس سے بھت اکتوا باہر کوئی دستو ہے نہیں جبکہ وہ جانتے۔ اس لئے "میں جانتا ہوں" کا منکلب آتما میں نہیں ہو سکتا۔ اور بدھی سوکھم جڑ ہے۔ وہ آتما کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ جیتن روپی باپ پنسک ہے۔ اور بدھی روپی ماں بانجھ ہے۔ دونوں کے سلاپ سے برتی گیان میں جانتا ہوں) بیٹا ست کیونکر ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ برتی گیان است مکتیا ہے۔

(۲۶) آتما وکار رہت ہے اور بدھی گیان رہت ہے اپنے آپ (میں جانتا ہوں) یا اہم جانی کا اٹھو کر لے کی شکتی نہیں رکھتی۔ جو گیان کے کارن موہت ہو کر اپنے کو درشتا کرتا اور گیانا جانتا ہے۔

(شرح) آتما ایک ادویتہ نراکار اور نروکار ہے۔ ایک میں کر یا اڈی وکار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آتما وکار رہت ہے۔ کسی بھی کاریہ کا کرتا نہیں ہوتا۔ بدھی سوکھم جڑ ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ مہوشی اور سو شیتی کی حالت میں بدھی کر یا رہت ہوتی ہے۔ کوئی آتما جان آوے۔ تو اس کی تواضع نہیں کرتی اور اگر کوئی چور اٹھوے تو اس کو منع نہیں کر سکتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیتن کی شکتی کے بغیر یہ کچھ نہیں کر سکتی "میں جانتا ہوں" روپی برتی کا اٹھو کر بدھی میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اٹھو کر جیتن کا کام ہے۔ جڑ کا نہیں۔ بجلی کی دھار کو آپ جیتن شکتی کے تل جاتیں۔ اور بدھیاں بماند بلب ہیں۔ ہر بلب اپنی اپنی شکتی انوسار بجلی کی دھار سے روشنی حاصل کر کے روشن ہوتا ہے۔ اپنے آپ میں روشنی دینے کی شکتی بلب میں نہیں۔ آتما وکار رہت ہے۔ اور بدھی گیان سے شونہ ہے پھر بھی حیرت ہے کہ جو گیان کے کارن اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ جاننے والا مانتے ہیں۔ ایک اور ادویتہ ہونے سے آتما میں دیکھنا۔ کرنا اور جانتا نہیں بنتا۔ کیونکہ یہ سب کر یا دویا دوسے زیادہ دستوؤں میں بن سکتی ہے۔ ایک میں نہیں بن سکتی ہے۔

جہاں

کوئی غیر نہیں۔ کون کس کو جاننے و کون کس کو دیکھنے۔ اور کون کونسی کر یا کرے۔ ایک میں تو بانی بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے جہاں من بانی پہنچے بنا ہی لوٹ آتی ہے۔ اندریوں کاوشے نہ ہونے سے اسے اوجہ کہتے ہیں۔ بدھی یا اتہ کر ن سوکھم جڑ گیان سے رہت ہے۔ جیتن ہے جس میں گیان نہیں۔ وہ کیونکر درشتا کرتا گیا تا ہو سکتی ہے۔ لیکن آتما کے بدھی میں برتی بہت ہونے سے جواہر نکار پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ ہر نکار ٹھیک نہ جاننے سے (اگیان سے) اپنے کو کچھ اور کا اور ہی ماننے لگا ہے۔ اور آتما کے سرور بھوت لکھن گیان اور درشتا پن کو اپنے میں ماننے لگ جاتا ہے۔ دستوۂ ہر نکار بھی اتہ کر ن کا ایک اتناگ ہی ہے۔ من مبدھ چت اور ہر نکار ان چاروں کو بلا کر اتہ کر ن کہتے ہیں۔ ایک ہی شکتی چار مختلف کام کرنے سے چار نام والی ہوتی ہے۔ اور پھر آتما روپی سور یہ کی اتہ کر ن روپی ایک کر ن مانتے ہیں جس طرح سور یہ کی کر ن سورج سے علیحدہ کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ اسی طرح آتما سے بھت اتہ کر ن کی کوئی ہستی نہیں۔ یہ سب خیالی اور فرضی اشیاء ہیں۔ حقیقی نہیں جیسے طرح سو پن سنسار کے سادے پدارتھ اور جیو صرف خیالی اور وہی ہوتے ہیں۔ دستوۂ کہیں پیدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہمارا جیو پن خیالی ہے۔ دستوۂ کہیں پیدا نہیں ہوا۔ ہم جیو نہیں ہیں۔

(۲۷) اسی میں سر پ بھرم کی طرح اپنے آپ کو جیو ماننا بھگے دینے والا ہے۔ یہی یہ اٹھو کر جیو ہے۔ "میں جیو نہیں پر م آتما ہوں" تو وہ بھگے سے مکت ہو جاتا ہے۔

(شرح) ہمارا اپنے آپ کو جیو ماننا کچھ اس قسم کی غلطی ہے جس سے منش کو بعض اوقات اسی میں سانپ کا وہم ہو جاتا ہے۔ جب پوری روشنی نہیں ہوتی اور گھٹ اندھیرا بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت اگر کہیں رسی بڑی ہو تو اس کو دیکھ کر سانپ کا وہم ہو جاتا ہے۔

اور اس دہم کے ساتھ ہی ڈر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنے آپ کو جیو محض ماننے لگ جاتے ہیں۔ جیو جس کی ہستی کوئی نہیں۔ جو دست و پا تر نہیں۔ بلکہ اگھاس مائے تر ہے۔ یا شد مائے تر ہے۔ تو ہم اپنے آپ کو بھگے میں ڈال دیتے ہیں جیو بکر پاپ پٹن نرک سورگ جنم مرن آدمی بھگے بھرم ہمارا سوا گت کرتے ہیں۔ اور ساری عمر ہم ان کی بھول بھلیاں سے نکل نہیں سکتے۔ شریر کے دکھ سکھ سے ڈھکی شکھی ہوتے ہیں۔ خواہشات کے غلام ہو کر ساری عمر سر پٹھے رستے ہیں۔ داستانیں پوری نہیں ہوتیں۔ شریر شانت ہو جاتا ہے۔ بھگے میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بھگے ہی میں جیتے اور مر جاتے ہیں۔ یہی جیو کی گتی ہے۔ لیکن اگر جیتے جی یہ اٹھو ہو جاتا کہ میں شریر نہیں ہوں۔ من بدھ اہنکار آدمی جیو نہیں ہوں۔ بران آدمی دیو نہیں ہوں۔ گیان و کرم اندریہ نہیں ہوں۔ تین اوتھو اور پانچ کوش نہیں ہوں۔ جڑ اور چپتن سے ولکش۔ کھسار اور کھسار سے نیادہ اور کھشیر اور کھشیر گیہ سے بھی پرے پرم آتا میں ہوں۔ سب کا اپنا آپ ہوں۔

آپ ہی آپ ہوں یا غیر کا کچھ کام نہیں۔ اپنے آپ کے سوا غیر کوئی ہے ہی نہیں۔ جو بخیر یا اٹھو ہوتا ہے۔ منش بھگے سے مکت ہو جاتا ہے نہ بھگے پد کو پالتا ہے۔ یہی اچھے پد بھی مکتی مکتی سست پد پرم دھام ایتادی انیک ناموں سے دکھیات ہے جگیا سو کو ابھے کی پراپتی کے لئے اتم سروپ میں۔ نیشٹھا حاصل کرنے کا یتن کرنا چاہئے جس سے ہر پرکار کے بدھن سے غلامی حاصل ہوتی ہے۔

(۲۸) اتم بدھی اندریہ آدمی کو اسی طرح پرکاش کرتا ہے۔ جس طرح دیکھ لٹ آدمی پدارتھوں کو پرنتو اتم کو یہ جڑ پدارتھ پرکاش نہیں کر سکتے۔

(تشریح) لمپ کی روشنی میں یا سورج کی روشنی میں دوسری دستوئیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ گھڑا ہے۔ یہ کھاٹ ہے۔ یہ میز ہے۔ بیخبرہ وغیرہ اس واسطے کہا جاتا ہے۔ کہ لمپ ان دستوئوں کو پرکاش کرتا ہے۔ لمپ کو یا سورج کو دیکھنے کے لئے کسی دوسرے پرکاش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے پرکاش سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ بسط طرح لمپ دوسرے پدارتھوں کو پرکاش کرتا ہے۔ اسی طرح اتم بدھی اندریوں کو پرکاش کرتا ہے۔ کیونکہ اتم کے پرکاش سے ہی بدھی اندریہ آدمی اپنے اپنے کاریہ میں پرورت ہوتے ہیں۔ سوشٹیک اوتھو میں یا غشی کی حالت میں بدھی اور اندریوں کو اتم کا پرکاش نہیں ملتا۔ اس لئے وہ اپنا اپنا کاریہ نہیں کر پاتے۔ بلکہ جڑ جاتے ہیں۔ اور مرناک پریش کے لئے تو بھوتاک پرکاش بھی تسخیں ہوتا ہے۔ کیونکہ جیتے پریش کے حق میں جسکی آنکھیں ٹھیک ہیں۔ لمپ یا سورج کی روشنی معنی رکھتی ہے۔ اسلئے اتم پرکاش سے ہی سب پرکاشت ہوتے ہیں۔ تمام جڑ پدارتھ پرکاش رہت ہوتے ہیں۔ وہ پرکاش کے لئے دوسرے پرکاش کیندر کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور جو کسی کو پرکاش نہیں کر سکتے۔ من بدھی دیہہ اندریہ و شیرہ سارا سنگھات جڑ ہے۔ یہ جڑ پدارتھ اتم کے پرکاش میں کام کرتے ہیں۔ اسلئے اتم کو پرکاش نہیں کر سکتے۔ پرکاش اتم کا سروپ ہے۔ اس لئے اس کو دوسرے پرکاش کی اوشکتا نہیں۔ یہ خود اپنے پرکاش سے ہی پرکاشت ہوتا ہے۔ بنا ستر میں اتم کو سو کم جیوتی کہا ہے۔

(۲۹) جس طرح ایک لمپ کو پرکاش کرنے کیلئے دوسرے لمپ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اتم جس کا سروپ ہی

گیان ہے۔ کو جاننے کے لئے کسی دوسرے گیان کی ضرورت نہیں۔

(تشریح) جس طرح لمپ کسی کمرے کے سارے ساز و سامان کو پرکاش کرتا ہے۔ اور اگر کمرہ خالی ہو تو خالی کمرہ کو

لیکن اپنی روشنی سے خود روشن ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سورج جو تمام روشنیوں کا بھندار ہے جو سارے جگت کے پدارتھوں کو پرکاش کرتا ہے۔ کیا اسکو دیکھنے کے لئے کسی دوسری روشنی لمپ وغیرہ کی ضرورت ہو سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو اپنی روشنی سے روشن ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح سے جتنے آتما کا سروپ گیان ہے۔ جتنا اس کا بجی گن ہے۔ وہ بھی اس سے دور نہیں ہوتا ہے۔ جاگرت اوستھ میں جاگرت کے پدارتھوں کو سوپن اوستھ میں سوپن کے پدارتھوں کو اور سوپتی اوستھ میں اگیان اور بھانند کو یہ آتما جانتا اور پرکاش کرتا ہے جس طرح لمپ کمرے میں سامان کے ہونے کو یاد دہان کی لگی محفل کو پرکاش کرتا ہے اور جب کمرہ خالی ہو جاتا ہے۔ تو اس کے خالی پن کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا پرکاش کرنا جوں کا توں ہر حال میں موجود رہتا ہے۔ اسی طرح جاگرت ہو یا سوپن یا سوپتی۔ آتما کا جاننا اور پرکاش کرنا ہر حال میں بنا رہتا ہے۔ آتما جو ہر حال میں گیان سروپ ہے اسکے گیان اور پرکاش کے لئے کسی دوسرے گیان اور پرکاش کی اوشکتی کیونکر ہو سکتی ہے۔

اب سوال ہو سکتا ہے کہ سورج اور لمپ بھوتاک روشنیاں ظاہر ہیں۔ آتما بھی اسی طرح گیان سروپ ہے۔ یا پرکاش سروپ ہے۔ تو ظاہر کیوں دکھائی نہیں دیتا۔ اور اسکو پانے کے لئے سادھن کی اوشکتی کیوں ہوتی ہے۔ اسکے جواب میں ہمارا کہنا یوں ہے۔ کہ بھوتاک پدارتھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ آتما سوکشم و ستو ہے۔ وہ بھٹی کی آنکھوں سے ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ یا آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے جس طرح بجلی کی دھار ایک سوکشم و ستو ہے۔ اور آنکھوں سے دیکھی نہیں جاسکتی۔ بلب بلب سے کام کرتی ہوئی دیکھی جاسکتی ہے۔ جہاں جتنا اچھا عصف بڑا بلب ہوگا۔ وہاں اتنی ہی زیادہ شکتی کا پیرا دھبہ ہوگا۔ اسی طرح بھٹی اندر یہ آدی بانند بلب ہیں اور اگر ان کو پوری طرح سے صاف کیا گیا ہو۔ تو یہ آتما کے اوجہت چترکار کو پرکاش کرتے ہیں۔ آتما کرن کی شدھی پر جوش تر میں زور دیا گیا ہے۔ اس کا مطالبہ یہی ہے۔ کہ آتما تونٹ شدہ پراپت گیان سروپ جوں کا توں موجود ہے۔ ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ صرف ہمارا آتما کرن صاف نہیں ہوتا۔ اس میں انیک پرکار کی آلائشیں (خوہشات) جمع ہوتی ہیں۔ راگ دیش ایرشان تاسرہ اتیادی انیک دوش و لاں رہتے ہیں۔ جس سے آتما کا گیان و پرکاش صاف صاف پر تیرت نہیں ہوتا۔ لیکن جو بھٹی سادھن کر کے منش آتما کرن کو شفاف اور شدہ کر لیتا ہے۔ من ایکا گر ہو جاتا ہے۔ آتما کی روشنی اور گیان کا وہ کیندر ہو جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سادھن صرف پریتی بندہ کو دور کرتا ہے۔ روشنی جو پہلے موجود ہوتی ہے۔ وہ خود بخود ظاہر ہونے لگتی ہے۔ باقی بھر

مسند رحہ ذیل کتب دفتر رسالہ ادم اجیری گیٹ دہلی سے منگوا کر لایا اٹھاویں

استھا و کر گیتا	مترجم بخشی نرسنگھ داس جی۔ قیمت ۵ رو	آتم ساکھشا تذکار بخشی نرسنگھ داس جی۔ قیمت پچھتر پیسے
آتم لودھ	بچاس پیسے۔	آتم لودھ
آتم گیان	بیس پیسے۔	جپ جی صاحب ساجو تشریح از فقیر سرداری لال جی قیمت ۱/۱
گیتا گیان امرت	چھ بھاگ۔ قیمت چھ روپے پچاس پیسے	
درس حیات	(گیتا منظوم) از شری تند کشنور انگر قیمت ۱/۱	

زمانہ بسنت کا

آخر خامہ چل (خوشات نوا سی) دہلی

(۱)
تاروں نے جگمگ کے بلایا بسنت کو صبح نے مسکرا کے بلایا بسنت کو
کمرلوں نے پاس آ کے بلایا بسنت کو موجوں نے سر اٹھا کے بلایا بسنت کو
آسان تو نہ تھا یونہی آنا بسنت کا
پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

(۲)
بچوں پہ ایک عالم شاداب آگیا وہ دور جس کا دیکھتے تھے خواب آگیا
کیف و سرور و عیش کا اسباب گیا رندو! اٹھو کہ دور نے ناب آگیا
پینے کو مل گیا ہے بہانہ بسنت کا
پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

(۳)
آہٹ مجوہی بسنت کے آنے کی پاٹھے قدرت کے ساز خود بخود دیں جھنجھٹاٹھے
"خوش آمدید" کہنے کو طائر چوکا اٹھے تو چشمے کو ہسار کے بھی سر میل اٹھے
سکہ جہاں نے اس طرح مانا بسنت کا
پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

(۴)
سوکھے ہوئے چمن کو آج برگ تر ہے مڑجھائی ہوئی شاخ کو شیریں مٹریں
شبلم کے سبزہ زار کو لعل و گہر ملے اور طائروں کو آج نئے بال و پر ملے
قدرت نے یوں لٹایا خزانہ بسنت کا
پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

ہے شارح شارح، وجد کے عالم میں آرہی خوشبو چہل چہل کے ہے گلشن پہ چھا رہی
 نرگس، روش روش پہ آنکھیں بکھڑا رہی شبنم قدم قدم پہ ہے شیشہ دکھا رہی
 سنیں کے گیسوؤں میں ہے شانہ بسنت کا
 پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

(۶)

غچے چٹاک چٹاک کے ہیں رونق بڑھا رہے سداغ جھلک جھلک کے ہیں مستی لٹا رہے
 طائر چٹاک چٹاک کے ہیں نغمے سُنا رہے مولی دھلک دھلک کے ہیں سبزہ پا رہے
 قربان ایسا رنگ جمانا بسنت کا
 پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

(۷)

تو آگے میرے دل میں بھی آجائے پھر بسنت اس زندگی پر رحمتیں برساتے پھر بسنت
 سوکھی کھلی اُمید کی ہر کانٹے پھر بسنت اک نور بن کے تیر کی پہچائے پھر بسنت
 تیرے بغیر سونا ہے آنا بسنت کا
 پھر آگیا قریب زمانہ بسنت کا

سیۃ درشن یعنی دیدار حق

(مُصَنَّفہ پروفیسر نرمل چیت درجی)

پروفیسر صاحب کی علمی لیاقت سے کون واقف نہیں۔ زیارت کے گوٹھ مضمون کو انہوں نے اس کتاب میں اس غبی
 سے قلبین کیا ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ کا جگلیا سو بھی اس سے لاکھ اٹھا سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں :- کہ
 صرف ایک حقیقت موجود ہے۔ مادہ۔ طاقت۔ زندگی۔ ذہن اور روح سب اُسی کے مختلف پہلو ہیں حقیقتِ اُحیت
 میں جیتی ہے اور اس نے اس کا علم جینے کی روشنی دیتا ہے کہ صرف انسان ہی اس حقیقت کو جان کر جینے
 کی پوری خوشی اب اور یہاں حاصل کر سکتا ہے۔ یہ لستک سیۃ (آتما) کا پرکشش درشن کرانے کی سمرتھ رکھتی ہے۔
 یہ کتاب مضبوط جلد میں ملبوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ارٹھائی روپے لیکن اوم کے
 بداروں سے رعنائی قیمت صرف دو روپے علاوہ ڈاک خرچ 85 پیسے۔

ملنے کا پتہ دفتر رسالہ اوم، اجمیری گیٹ دہلی نمبر ۶۔

اندر تو نیم ہے کہ وہ اوشیہ ویدانت و اکیوں کے شرون اور منن کے بعد موتا ہے۔ گویا برنیوں کے پرواہ اور دھاتی کے تیاگ میں ندھیاں اور دھیان دونو برابر ہیں۔ تاہم لکھش کے بھید سے ان کا بھی بھید ہو جاتا ہے۔ یوں ایک مدت جب اس قسم کا ابھیاں لکھش کرتا ہے تو یقیناً و پریت بھاؤنا کمزور ہو کر اڑ جاتی ہے۔ اور یہی تھا مطلوب۔ اس لئے اس موقع پر ”اہم برہم“ کی بھاؤنا مکھشو کو کرنی چاہئے؟ مگر ہمارے کئی بھائی اس ہما واکہ کو سنتے ہی بگڑ جاتے ہیں۔ اور انکی طبیعت میں ایک پھل پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اس پر نہ صرف اعتقاد ہی نہیں رکھتے بلکہ انہیں اس سدھانت پر نہایت کراہت ہوتی ہے۔ اور وہ اس طریقہ ابھیاں کو ناسکتا کہتے ہیں لیکن جان لو کہ ایسے متفرقوں کے قلب پر انگڑے ہیں۔ اور اس قسم کی کراہت فقط قلب کی کدورت کیوجہ سے ہے۔ جہاں شرعی بھگوتی کے اپدیش سے یہ بات متعلق ہے وہاں اس جاریدی جی کب اس دیکھ اپدیش کی دیوں گے اور اتنا ہی نہیں اس کا حاصل گہنی ہما پرشوں پر ہو چکا ہے۔ وہ اسکی نسبت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسلئے اس پر اتنی فقط چینی جاتا رہیں۔ بلکہ جس سے اپنے ہی جت کی میل اترے اسکے لئے ایشور سے پراعتفا کرنی چاہئے تاکہ چھپے ہوئے تمام غنی راز کھل جاویں۔ اسکی تصدیق میں یہ شلوک پرمان ہے۔

अनुभूतीभावेऽपि ब्रह्मास्मिती चिन्त्यताम् ।

अप्यस्त प्राप्यते ध्यानात् सदा स ब्रह्म किं पुनः (प: ६: ६-५५)

مطلب۔ الو بھو نہ ہونے پر بھی ”میں برہم ہوں“ جتن کرنا چاہئے۔ کیونکہ است دیہہ آدک بھی جب ادھیاں سے پراپت ہو جاتے ہیں۔ وہاں سست سروپ آتما کیوں نہ ملے گا۔

اتنا ہی ندھیاں کی تصدیق میں کافی ہے تاہم ہمارے اس جاریدی اسے اور بھی ڈرہ کرنے کیلئے اگلے تین اپدیش دیتے ہیں۔

प्रहरहः गर्वः परित्यज्यतां ॥ **پائیسواں اپدیش**

دن دن اہنکار کو تیاگ چاہئے

تشریح۔ ندھیاں کے مسلسل پرواہ سے دن بدن ہنکار چھوڑنا چاہئے۔ یہ بھی اوپر دھی مکھ سے بتلاتے ہوئے اہنگ برہم اسمی کی بھاؤنا کا ہی نشیدہ مکھ سے اپدیش ہے۔ اس سے علیحدہ یہ اپدیش نہیں کیونکہ جوں جوں اہنگ برہم اسمی کی بھاؤنا کا ڈر ڈھ ابھیاں ہوگا ہنکار خود بخود کمزور ہوتا چلا جاوے گا۔ اور جتنا اہنکار شخص ہوگا اس قدر ہی برہم آند کا الو بھو بھی ہونے لگے گا۔ جیسا کہ ابن فیل کے شلوک میں سوامی دویا ارنیہ نے درشایا ہے۔

यावद् यावद् हंकारो विस्मृतेः प्रभ्यास योगतः ।

तावद् तावद् सूक्ष्मं हृद्ये निजानन्दोऽनुमीयते ॥ (प: ६: १۱-६۷)

ترجمہ۔ لوگ ابھیاں سے جتنقدر اہنکار دور ہوتا ہے سو کھشم دہی و روان کو اسی قدر نجا آند کی الو بھوتی ہونے لگتی ہے۔ اس لئے گو جاریدی نے اپدیش کی غرض سے ایسا کہا ہے مگر جان لو کہ ندھیاں کا ایسا خود بخود ہی اس آند کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ دنیاوی دھیوں کے چھ آندھی جب جیو ایک بار سیون کر لینے پر تازہ نڈی انہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تو بھلا سچے اور شدہ برہم آند کا الو بھو کرنے والا کب اس سے پیچھے ہے گا۔ اور کب اس کا ندھیاں چھوٹ سکے گا۔ اسلئے اعلیٰ ادھیکاری کیلئے یہ اپدیش و دھی

یعنی شاستری آگیا روپ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو بغیر اپدیش کے ہی اس میں لگا رہتا ہے ہاں مذہم ادھکاری کے تائیں تو ہو سکتا ہے۔
اسی بات کو اگلے اپدیش میں اور بھی صاف کرتے ہیں۔

تیسواں اپدیش ॥ हंमति रूक्षयतां देहे ॥ جسم میں اہنگ مٹھ بھی چھوڑنی چاہئے

تشریح :- سابقہ اپدیش میں اہنگار پد سے ہر قسم کے ابھمان کو ہی سمجھنا چاہئے مثلاً دیہہ ابھمان۔ جاتی ابھمان۔ دنیا ابھمان۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے وہاں اہنگار تیاگ سمبندھی سمان اپدیش ہے لیکن یہاں اس اپدیش میں پھر بار بار اہنگ مٹھ چھوڑنے کے لئے جو اپدیش دیا جا رہا ہے۔ یہ محض دیہہ ابھمان کی فوری کے لئے اپدیش ہے۔ اس لئے اب یہاں دیہہ اہنگار فوری کا خاص اپدیش ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر ابھمان کی نسبت دیہہ ابھمان چونکہ نہایت زبردست ہے اس لئے اس کے دشنے میں غلطی اپدیش آجاریہ جی نے دیا ہے اور یہ بھی سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اسکی فوری بالکل سہل نہیں بلکہ اس کے لئے سمے کی بھی پرتیکھشا ہے چنانچہ ادھیکاری پرش کو اس کے اندر مایوس نہ ہونا چاہئے۔ شری کرشن جی گیتا میں فرماتے ہیں۔

तत स्वयं योग संसिद्धः कालेन आत्मनि विन्दति ॥ ४-३८ जी:

ارتکھات۔ اے ارجن اس گیان کو تم کال پاکر خود بخود اپنے اندر ہی پالو گے۔ ایسا ادیش دیتے ہیں۔ اور بھی اس مذہبیاں کو مضبوط بنانے کے لئے آپاریہ جی اپدیش دیتے ہیں۔

چوبیسواں اپدیش ॥ वादः परित्यज्यतां बुधजनैः ॥ گیانوں سے واد نہ کرنا چاہئے

تشریح :- مذہبیاں پران پرانی کو وادوں سے جھگڑا ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ برقی ٹوٹنے سے اس کے خیالات متضمر ہو جائیں گے اور مذہبیاں کچھیں جو ادھیاں (خودی) فوری ہے نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے واد واد سے چونکہ پرایا راجھی اور تاہس چت ہو جاتا ہے۔ اسلئے سائنکی برقی کا پرواہ نہ رہنے سے لازمی طور پر مذہبیاں ٹوٹ جاویگا۔ اس لئے اس طرح کے دھیان شمش پرش کو کسی سے واد نہ کرنا چاہئے۔ اس سے نہ صرف اہم درستی کی ہی مہمان ہانی ہوتی ہے بلکہ راگ دولیش کے سندسکار بھی پھر تازہ ہو جانے کا امکان ہے۔ ادھر برہم آنند کے دھارا پرواہ میں بھی دھن ہوگا۔ کیونکہ دیہہ ادھیاں زیادہ سمجھن ہونے سے اس کی لہر بھی شانت ہو جاوے گی۔ اندرین حالات مکھشو اپنے مذہبیاں کو مضبوط بنانے کے لئے مت وادیوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔ یہاں سادھن پنجاک کا یہ تبسرا شلوک ختم ہوتا ہے۔ ایک نظر سے تو " वदो नित्यं " اس پہلے اپدیش سے لے کر " बुधजनैः वादः " اس اوپر والے آخری اپدیش تک ہمارے سمبندھی مکمل گیان اپدیش نہایت تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ تو بھی اس گیان پرش کی وہ بارک استھتی کو بد نظر رکھ کر چند اپدیش اگلے شلوکوں میں دیئے جاتے ہیں۔ اور یہی ان اگلے اپدیشوں کے ساتھ پہلے کہے ہوئے تمام اپدیشوں کا سمبندھ ہے۔

क्षुद्र व्याधिश्च चिकित्सयतां ॥

پچیسواں اپدیش

تشریح :- دودھان پُرش کھشیا یعنی ٹھوک میں ریگہ پُرش کرے۔ اور اس کی بھرتی سے کرے۔ بھوجن میں بھی اوشدھی دیتی کرے۔ یہی اُچار یہی جی کا آئے معلوم ہوتا ہے۔ بھادویہ کہ کھشیا کو جب ایک بھاری کی مانند سمجھے گا تو اس کے پُرش تک اُن میں بھی اُسکت نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اُن تب اُتینت۔ نہ صر اور سیلا ہونے پر بھی اوشدھی سے اجماک وقت نہ رکھے گا۔ یہی وہ جو کہ اگلے دو آپدیشوں میں پھکشا اوشدھی کا زمان اور مہر بھوجن کے تیاگ کا اپدیش اُچار یہی جی دے رہے ہیں۔ اور یہی بھادنا دھتا ہو یا سنیا سی مکھشہ ندھیاں کو نہایت مضبوط رکھ سکے گا۔ جس سے کہ نچا اُتند کا مزا بھی پراپت کر لے گا۔ بجز اس کے اس نہ دھیاں کے بچاؤ کی اور صورت نہیں کیونکہ سنسارک وشیوں کے سکھ میں پُرا ہوا یہ جیو کبھی بھی اُتند کا بھائی نہیں بن سکتا۔ لہذا اس قسم کے آپدیش دھیان لُشٹ پُرش کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

پرتی دن بھکشا اُن کو کھانا چاہئے प्रति दिने भिक्षा भुज्यतां

تشریح :- دودھان پُری براجم کو ہر روز بھکشا کے بھوجن سے نرواد کرنا چاہئے۔ بھکشا اُن کو سنیاں کے لئے دیگر بھوجنوں سے پوتر اور شدھ مانا ہے۔ اس میں کارن بھی ہے کہ ایسے اُن میں کسی پرکار کا ابھیمان یا راگ بھکشو کے نہیں ہوتا۔ مگر اس سے اترکت دیگر بھوجنوں میں ابھیمان یا اُسکتی کی اُتندھی کے بہت ممکنات ہو سکتے ہیں۔ خود شرتی بھگوتی نے سنیاں کے لئے بھکشا بھوجن کا تذکرہ کیا ہے۔ دیکھئے یہ ذیل میں بردار نیک اُتند کی شرتی کیا کہتی ہے۔

पुत्रेषणायाम्न वित्तेषणायाम्न लोकेषणायाम्न वियुत्थाय प्रथ
भिक्षार्चयं चरन्ति ॥

مطلب اس شرتی کا یہ ہے کہ پُرب کال کے مکھشو لوگ پُتر کامن کو دھن کی کامنا کو اور لوک کامنا کو تیاگ کر کے بھکشا کرتے ہوئے ہی وچرتے بھتے ہیں۔ اب امر بھی گمانی کے دودھان سمبندھی اپدیش اُچار یہی جی کہتے ہیں۔

स्वाद्धनं न तु याच्यतां ॥ स्तानیسواں اپدیش

سواد والے اُن کو مانگنا نہ چاہئے

تشریح :- نہایت لذیذ اور سیلے بھوجن نہ صرف جسمانی صحت کے لحاظ سے ہی بُرے ہیں بلکہ ان کا اثر اُنہ کرن پر بھی بہت بُری طرح پڑتا ہے جس سے کہ آدمی کے چیت کی برقی موٹی اور کھول ہو جاتی ہے۔ دھیان بھجن پرائن پُرش اس لئے راجسی اور تا مسی بھوجن کا بالکل تیاگ کر کے حص سائل اُن کو ہی پرلوگ میں لاتا رہے۔ یوں چیت پر مار پھٹے سے بھی بھر شٹ نہ ہوگا۔ اور نہ دھیاں کا مسلسل پردہ بھی بخوبی چلتا رہے گا۔ لیکن وہ لوگ جو ستم سے باہر ہو کر اعتدال کو بھی مد نظر نہ رکھ کر لذیذ اور ذائقے دار کھانے استعمال میں لاتے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی عالم اور وزدان ہوں اُن کا جملہ جار پس زبان تاک سمجھتے۔ اُنہیں نہ دھیاں کا اُتند کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اُچار یہی جی نے نہ دھیاں کی مضبوطی کے لئے یہ اپدیش

دیا ہے کہ مکھن پر کھڑے ہو کر ہاتھوں کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہئے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ گیانی عارف کو بھوک تو پرابدھ کے مطابق اچھے لذیذ کھانے نیز اور بھی کئی قسم کے راجسی بھوک پیدا رکھنا پڑتا ہے۔ ایسی آستھی میں مکھن کا کیا کرنا ہو چاہئے۔ چنانچہ اس کے جواب میں یہ اگلا ایش پرچارہ جی فرماتے ہیں۔

اچھا سوال ایش
विधि वशात् प्राप्तेन सन्तुष्यतां ॥

پرابدھ سے پراپت ہوئے بھوکوں پر ہی شاکر رہنا چاہئے

تشریح :- اس میں شک نہیں کہ چونکہ مکت کو بھی سمے سے پرانیک طرح کے بھوک مل جاتے ہیں مگر یہ بھی پہلو پر پہلو سمجھ لینا چاہئے کہ انہیں وقت و وقت پر نہایت ادنیٰ اور معمولی ہی کھانے کو ملتا ہے۔ بلکہ کبھی تو بلتا تک نہیں۔ یوں ایسی آستھی میں دردوان گیانی کو چاہئے کہ ان ہر دو حالتوں کے اندر پرابدھ پر ہی شاکر رہتا ہوا ہمیشہ لبشاش رہے۔ اور کبھی شوک یا ہزش نہ کرے۔ بلکہ یہ تو اس کے نشیے کی پرکھشاکے لئے ہی ایشور اچھا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک ہزش شوک۔ خوشی غمی بھوکہ مان ایمان میں اپنی اتم درستی کے بل سے یکساں جپت نہیں رہتا۔ تب تک بھی اس کے مذہیاں کی نسبت کیا پرکھے دیا جاسکتا ہے۔ لہذا گیانی کو ان جملہ دونوں میں پرابدھ سے ملے ہوئے بھوکوں سے خود کو زلیپ نہ کرنا اور اسٹاک ہی بھونا چاہئے۔ جیسے سونے کو آگ میں ڈالنے سے اس کی درست پرکھشا ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی مکت پرش کے بھی ایشور اچھا سے ملے ہوئے دکھوں سکھوں میں گیان کا امتحان ہو جاتا ہے۔ گندن سونے کی مانند ہا پرش ہمیشہ ہی چمکتی جیوتی کی طرح شدہ ثابت ہوتے ہیں۔

مگر بعض لوگ اس میں بھی بڑے بڑے غلط نتائج پر کبھی کبھی پہنچ جایا کرتے ہیں۔ انہیں ایسا دیکھ کر کہ گیانی ہاتھ مٹا کر بڑا تعجب ہوا کرتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گیان دان پرش کو کبھی بھی روٹی یا بیاد نہ ہونا چاہئے۔ چونکہ انہوں نے پراپتا کو جانا ہے۔ اس لئے انہیں کبھی دکھ نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب کبھی ایسا دیکھ پاتے ہیں تو ہٹ ہی ایسا انومان لگاتے ہیں کہ فلاں ابھی تک اعلیٰ عرفان تک نہیں پہنچا۔ مگر ناظرین یہ سراسر بھول ہے۔ اور اس قسم کی تصدیق مجر اس بات کے کہ ایسے لوگوں کو کچھ بھی شاستر کا گیان نہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے یقین کرو کہ پرابدھ کرم کا پھل امٹ ہے۔ اسے سب نے ہی بھوگنا ہی خواہ گیانی ہو یا الگینی۔ لیکن اسے بھوگنے میں بھی زمین اور آسمان کا فرق رہے گا۔ گیانی اسے مہنس کر بھوگے گا۔ مگر انجان الگینی روتا ہوا۔ گیانی جانتا ہے کہ محض پورے کرموں کا ہی پھل ہے۔ جن کا فقط جسم کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ مگر اتنا ہمیشہ غیر موثر رہتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے گیانی جس نے جسم کو ہی اپنا آپ سمجھ رکھا ہے اور مجر جسم کے آتما کا گیان نہیں رکھتا۔ جسم کے دکھ سے دکھی ہی آپ کو جانتا ہے۔ چونکہ ایسی پہچان صرف آتما اور اناتما کی امتیاز پر ہی مبنی ہے۔ اس لئے ان ہر دو کے پرابدھ بھوگ میں بھی بڑا فرق ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ بھوگنا سب ہی نے ہے۔ کیونکہ پرابدھ کرم کا بھوگ اوشیہ ہوتا ہے۔ اس میں یہ چند شاستر و اکیہ ہم درج کرتے ہیں۔

یعنی پرابدھ کرم کا بھوگ سے ہی ناش ہوتا ہے۔

प्राग्बन्ध कर्मणो भोगादेव क्षयः ॥

کروڑوں کلپوں تک بھی نہ بھوکا ہوا کرم نشٹ نہیں ہوتا۔
کرم کی گتی بڑی گہن ہے۔
کیا ہوا شبھ اچھوا شبھ کرم اوشیہ ہی بھوکنا پڑتا ہے۔

नाऽभुक्तं क्षीयते कर्म कल्पकोटि शतैरपि
गहना कर्मणो गतिः ।
प्रवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभा शुभं ॥

प्रवश्यम भावि भावानां प्रतिकारे भवेत यदि ।

तदा दुःखैर्न लिप्येरन् नत एम युद्धि ॥ (प: ۱-۲۵۶)

مطلب۔ اوشیہ ہونے ہارے کرموں کا اگر علاج ہوتا تو راجہ نل بٹری رام چندر اور دھرم پتریدھشٹر کبھی دکھی نہ ہوتے۔
اب چونکہ اس پراربدھ کے بھوک کے بغیر اس کا حل نہیں اس لئے آچاریہ جی اس کا الگ بھی اپدیش دیتے ہیں۔

انتیسواں اپدیش شیتاوشیہ

تشریح۔ پراربدھ سے آئے ہوئے تمام دونوں کو اپنے اوپر سہارنا چاہئے۔ اگرچہ آچاریہ جی یہاں فقط سردی اور گرمی کے ہی سہارنے کا اپدیش دیتے ہیں مگر انہیں "شیت اوشن" پر تمام دونوں کا اہلکھش بد ہے ان کا سہن دو طرح سے ہے۔ ایک تو اسٹوک درشتی سے اور دوسرے وچار درشتی سے۔ اسٹوک سہن یوں ہے کہ پراربدھ روپ منت سے آئے ہوئے ان سکھ دکھوں کا۔ اپنی طبیعت پر قابو پا لینے سے برداشت کر لینا ہے یعنی طبیعت کا ایسا میلان بنانا کہ ان کا پر بجا وہی نہ پڑنے پاوے اور جوں کا توں ایکس بنا رہے۔ بگڑیدانت کی درشتی سے انکا سہن کر لینا خود کو ان تمام کا درشتا اور ساکھشی سمجھ کر انہیں درشیر اور سچیا روپ جاننا اس سے اترکت نہیں۔ اور فی الواقع یہی آچاریہ جی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اپدیش نرکتھ بات کو نہ بولنا چاہئے

تشریح۔ من اور اندریوں کے تپ کی مانند بانی کا سیم روپ تپ بھی مکھشو کے مذہیا سن کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ شرعی بھگوتی بھی فرماتی ہے۔

नाऽनुद्यात् वहन् हृद्वानूवाची विगलापनं हितम् ॥

ارکھفات بہت نہیں بولے کیونکہ بہت بولنے سے بانی کا لگان ہوتا ہے۔ بلکہ : प्रसाम कुर्वन् ब्राह्मणः
یعنی اتم و شیشنی بدھی کو بنا دے۔ ایسا اوش دیتی ہے۔ چونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کی شکتی زائل ہو جاتی ہے۔
اسلئے مکھشو پُرس کو چاہئے کہ وہ بانی کا اتنا ہی پریوک کرے جس سے مذہیا سن میں نقص واقع نہ ہو۔ اور برقی بھی ٹوٹنے نہ
۔ اس میں شک نہیں کہ مذہیا سن کے لئے جس قدر رشا ستر وکت سوادھیائے پچھن یا ٹھن آدمی ضروری ہیں۔ ان کا مطالعہ
پہلو رکھے۔ مگر اس بات پر ضرور دھیان دیوے کہ اُنکے ہی اندر نہ لگا رہے۔ کیونکہ اصل چیز اس کے لئے مذہیا سن

کتبوں کا مطالعہ نہیں۔ یوں ہر پہلو اور ہر پرکار سے نڈھیاں کوہی مضبوط بنانے کا شری اچار یہی کام طلب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی پختگی کے لئے اور بھی اپدیش آگے دیتے ہیں۔

اکتیسواں اپدیش

॥ प्रौढासीन्यमभीप्स्यतां ॥

اُداسیتنا کو ہمیشہ اپناتا جا ہے۔

تشریح :- دھیان نشٹہ پرش کو کسی برے آدمی میں نہ جانا چاہئے۔ بلکہ جتنا دوار صرف شریا ترا کے لئے بھی کرنا پڑے اُس میں بھی چیت کی اُپرمتا رکھئے۔ کیونکہ ادھاک دوار کرنے سے بھی اتما کار برقی ٹوٹ جانے کا امکان ہے۔ لیکن پراربدھ سے بھی پراپت ہوئے دواروں میں اناسکت ہو کر اُسے رہنا چاہئے۔ مطلب ان سب اُپدیشوں کا یہ ہے کہ جب تک ٹھیک گبانِ زمان ہو کر صحیح استھتی نہ پاوے ان سب سادھنوں پر غور کرے۔ چونکہ اُدی کے انتہ کر میں انادی کال کی انیک دشنے دسنا اور جگت بھیدی دسنا پڑی ہیں۔ اس لئے جب تک انہیں جڑ سے اکھاڑنے دیا جائے اعلیٰ معراج تک پہنچنا امر ناممکن ہوگا۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ ایسی اعلیٰ اوستھا میں بھی استھت ہوئے یوگی کو اچار یہی کئی سادھنوں کا اپدیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہذا خوب اناسکت ہو کر اور اُداسین ہو کر لو اس کرے۔ (باقی پھر)

مصنفہ سنت ہری شیکھی ریٹائرڈ نیک منیر نمبر ۶ راجوری گارڈن نئی دہلی ۲۷
اُلو بھوتی پرکاش ہندی
 - اُلو بھوتی پرکاش کا پہلا حصہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔ صرف چند گنتی کی کپسٹیں ہی بقایا ہیں۔ قیمت 5/ روپے ہے۔ ضرور متندھا صاحب فوراً منگوائیں۔ اُلو بھوتی پرکاش کا دوسرا حصہ (اوپدیش بھاگ) بھی چھپ کر آئی ہے۔ یہ تقریباً 300 صفحات کی ضخیم گنتک ہے۔ کپڑے کی مضبوط جلد میں ملبوس ہے۔ قیمت = 7 روپے علاوہ ڈاک خرچ مقرر ہے۔ یہ 36 بے نظیر مضامین کا مجموعہ ہے۔ گورو بھگتی دھرم نرنے، منکھشیت گینا، گائتری اپاسنا، دوسکھا، چوتشو کی بھاگوت، ہر دہ درپن، اتم سمرپن، ویدانت ڈم ڈم، حماوا کیہ وویاک، پران اپاسنا، کرم اور گیان، بندھن اور مکتی، برہم تو، اتم دیو کی سپر، پرما تا اور جگت، ایسے ادبھت مضامین کا یہ مجموعہ اتم جلیا سوؤں کیلئے بہت ہی لاکھڑا نیک ہے۔ ہندی جاننے والے اصحاب ضرور منگوائیں۔
 ملنے کا تہہ :- دفتر رسالہ اوم اجیری گیٹ دہلی نمبر ۶

گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ برہم لین شری سوامی گوپتہ آندجی ہماراج۔
 موٹا ٹائپ، مضبوط جلد میں ملبوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید صفحات 640
 قیمت لاگت کے مطابق صرف 3 1/2 روپیہ علاوہ ڈاک خرچ 1/2 روپیہ
 دفتر رسالہ اوم اندون اجیری گیٹ دہلی سے منگوا کر جیون سچل کریں۔

کرڈروں کپلوں تک بھی نہ بھوکا ہوا کرم نشست نہیں ہوتا۔

کرم کی گتی بڑی گہن ہے۔

کیا ہوا شہدہ اکتھا شہدہ کرم اوشیہ ہی بھوگنا پڑتا ہے۔

नाऽभुतं क्षीयते कर्मकल्पकोटि शतैरपि ।

गहना कर्मणो गति ।

प्रवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्मशुभाशुभं ॥

प्रवश्यम भावि भावानां प्रतिकारे भवेत यदि ।

तदा दुःखैर्न लिप्येरन् नत एम युद्धिष्ठिरा ॥ (प: ۱۰-۱۲۶)

مطلب۔ اوشیہ ہونے پرے کرموں کا اگر علاج ہوتا تو راجہ مل شری رام چندر اور دھرم پتر بدھشتر کبھی دکھی نہ ہوتے۔

اب چونکہ اس پراربدھ کے بھوگ کئے بغیر اس کا حل نہیں اس لئے آچار یہی اس کا الگ بھی اپدیش دیتے ہیں۔

انتیسواں اپدیش

शीतोष्णादि विषह्यतां

گرمی سردی کو سہارنا چاہئے

تشریح۔ پراربدھ سے آئے ہوئے تمام دوندوں کو اپنے اوپر سہارنا چاہئے۔ اگرچہ آچار یہی یہاں فقط سردی اور گرمی کے ہی سہارنے کا اپدیش دیتے ہیں مگر انہیں "شیت اوشن" بد تمام دوندوں کا ایک کھش بد ہے ان کا سہن دو طرح سے ہے۔ ایک تو استھول درشتی سے اور دوسرے دھار درشتی سے۔ استھول سہن یوں ہے کہ پراربدھ روپ منت سے آئے ہوئے ان شکھ دکھوں کا اپنی طبیعت پر قابو پا لینے سے برداشت کر لینا ہے یعنی طبیعت کا ایسا میلان بنانا کہ اُن کا پر بجا وہی نہ پڑنے پاوے اور جوں کا توں ایکس بنا رہے یگزیدانت کی درشتی سے اُنکا سہن کر لینا خود کو اُن تمام کا درشتا اور ساکشی سمجھ کر انہیں درشیہ اور مہتیا روپ جاننا اس سے اترکت نہیں۔ اور فی الواقع یہی آچار یہی جی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اپدیش

ननु ब्रूयावाक्यं समन्वयितां

ویرکھ بات کو نہ بولنا چاہئے

تشریح۔ من اور اندریوں کے تپ کی مانند بانی کا نسیم روپ تپ بھی مکھشو کے مذہیا سن کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ شرتی بھگوتی بھی فرماتی ہے۔

नाऽनुद्यत् वहन् हृद्वानू वाचो विगलापनं हितम् ॥

ارتھفات بہت نہیں بولے کیونکہ بہت بولنے سے بانی کا لگان ہوتا ہے۔ بلکہ : प्रसाम कुर्वन् ब्राह्मणः یعنی اکتھ و شیتی بڑھی کو بنا دے۔ ایسا اوشیہ دیتی ہے۔ چونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کی شکتی ذرا کم ہو جاتی ہے۔ اسلئے مکھشو پش کو چاہئے کہ وہ بانی کا اتنا ہی پریوگ کرے جس سے مذہیا سن میں نقص واقع نہ ہو۔ اور برقی بھی ٹوٹنے نہ دے۔ اس میں شک نہیں کہ مذہیا سن کے لئے جس قدر شرت و کت سودا دھیائے پھٹن پاٹھن آوی ضروری ہیں۔ اُن کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ مگر اس بات پر ضرور دھیان دیوے کہ اُنکے ہی اندر نہ لگا رہے۔ کیونکہ اصل چیز اس کے لئے مذہیا سن

کتابوں کا مطالعہ نہیں۔ یوں ہر پہلو اور ہر پرکار سے مذہبیان کو یہی مضبوط بنانے کا شرعی اُچار یہی ہے کہ مطالب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی پختگی کے لئے اور بھی اپدیش اُگے دیتے ہیں۔

اُکتیسواں اپدیش

॥ प्रौढासीन्यम भीप्स्यतां ॥

اُداسیتنا کو ہمیشہ اپنا جانا چاہئے۔

تشریح :- دھیان نشہ پُرش کو کسی بڑے آدمی میں نہ جانا چاہئے۔ بلکہ جتنا دوار صرف شریر یا ترا کے لئے بھی کرنا پڑے اُس میں بھی چیت کی اُپرمتار رکھے۔ کیونکہ ادھاک دوار کرنے سے بھی اتنا کار برتی ٹوٹ جانے کا امکان ہے۔ لیکن پراربدھ سے بھی پراپت ہوئے دواروں میں اناسکت ہو کر اُسے رہنا چاہئے۔ مطلب ان سب اپدیشوں کا یہ ہے کہ جب تک ٹھیک گیان دان ہو کر صحیح استھتی نہ پاوے ان سب سادھنوں پر غور کرے۔ چونکہ اُدی کے انتہ کرن میں انادی کال کی انیک وشنے دسنا اور جگت بھید کی دسنا پڑی ہیں۔ اس لئے جب تک انہیں جڑ سے اکھاڑ نہ دیا جاوے اعلیٰ معراج تک پہنچنا امر ناممکن ہوگا۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ ایسی اعلیٰ اوسنھا میں بھی استھت ہوئے یوگی کو اُچار یہی کہی سادھنوں کا اپدیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہذا خوب اناسکت ہو کر اور اُداسین ہو کر لو اس کرے۔ (باقی پھر)

اُنوجھوتی پرکاش ہندی

مصنفہ سنت ہری شگھ جی ریٹائرڈ بینک منیجر نمبر ۶ راجوری کارڈن نئی دہلی ۲۷

اُنوجھوتی پرکاش کا پہلا حصہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔ صرف چند گنتی کی کپسٹیکس ہی بقیہ ہیں۔ قیمت ۵/۵ روپے ہے۔ ضرورت مند اصحاب فوراً منگوائیں۔ اُنوجھوتی پرکاش کا دوسرا حصہ (اوپدیش بھاگ) بھی چھپ کر آگیا ہے۔ یہ تقریباً 300 صفحات کی ضخیم بکسٹک ہے۔ کپڑے کی مضبوط جلد میں بیس ہے۔ قیمت 7/7 روپے علاوہ ڈاک خرچ مقرر ہے۔ یہ 36 بے نظیر مضامین کا مجموعہ ہے۔ گورو بھگتی۔ دھرم نرنے۔ منکشیپت گیند۔ گائتری اُپاسنا۔ دوسکھا۔ چتوشوکی بھاگوت۔ ہرہہ درپن۔ اتم سمرن۔ ویدانت ڈم ڈم۔ ہما واکہہ وویاک۔ پران اُپاسنا۔ کرم اور گیان۔ بندھن اور مکتی۔ برہم متو۔ اتم دیو کی سیر۔ پرما تا اور جگت۔ ایسے ادبیت مضامین کا یہ مجموعہ اتم جگیا سوؤں کیلئے بہت ہی لاکھڑا ساک ہے۔ ہندی جاننے والے اصحاب ضرور منگوائیں۔

ملنے کا تہہ :- دفتر رسالہ اوم اجیری گیٹ دہلی نمبر ۶

گویند پرکاش

(ہندی) مصنفہ برہم لین شری سوامی گویند اسندی جہاراج۔

موٹا ٹائپ مضبوط جلد میں بیسوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ صفحات 640

قیمت لاگت کے مطابق صرف 3 1/2 روپیہ علاوہ ڈاک خرچ 1 1/2 روپیہ

دفتر رسالہ اوم اندون اجیری گیٹ دہلی سے منگوا کر جیون پھل کریں۔

کرڑوں کلپوں تک بھی نہ بھوکا ہوا کرم نشٹ نہیں ہوتا۔
کرم کی گتی بڑی گہن ہے۔
کیا ہوا شہد اٹھوا شہد کرم اوشیہ ہی بھوکنا پڑتا ہے۔

नाऽभुक्तं क्षीयते कर्म कल्पकोटि शतैरपि ।
गहना कर्मणो गति ।
प्रवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभा शुभं ॥

प्रवश्यम भावि भावानां प्रतिकारे भवेत यदि ।

तदा दुःखैर्न लिप्येरन् नत एम युद्धिष्ठिर ॥ (प: ६: १-२५६)

مطلب۔ اوشیہ ہونے پرے کرموں کا اگر علاج ہوتا تو راجہ نل بشری رام چندر اور دھرم پتر بدھنشر کبھی دیکھی نہ ہوتے۔
اب چونکہ اس پراربدھ کے بھوکے بغیر اس کا حل نہیں اس لئے آپاریہ جی اس کا آگ بھی اپدیش دیتے ہیں۔

انتیسواں اپدیش शीतोष्णादि विषह्यतां گرمی سردی کو سہارنا چاہئے

تشریح۔۔ پراربدھ سے آئے ہوئے تمام دونوں کو اپنے اوپر سہارنا چاہئے۔ اگرچہ آپاریہ جی یہاں فقط سردی اور گرمی کے ہی سہارنے کا اپدیش دیتے ہیں مگر نہیں "ثبیت اوشن" بد تمام دونوں کا آپیکھش بد ہے ان کا سہن دو طرح سے ہے۔ ایک تو استھول درشتی سے اور دوسرے وچار درشتی سے۔ استھول سہن یوں ہے کہ پراربدھ روپ منت سے آئے ہوئے ان سکھ دکھوں کا اپنی طبیعت پر قابو پا لینے سے برداشت کر لینا ہے یعنی طبیعت کا ایسا میلان بنانا کہ اُن کا پر بجا وہی نہ پڑنے پاوے اور جوں کا توں ایکس بنا رہے۔ یگز بدانت کی درشتی سے اُنکا سہن کر لینا خود کو اُن تمام کا درشتا اور ساکھشی سمجھ کر انہیں درشیہ اور مکتیا روپ جاننا اس سے اترکت نہیں۔ اور فی الواقع یہی آپاریہ جی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اپدیش ननु ब्रूयावाक्यं समन्वयितां وریکھ بات کو نہ بولنا چاہئے

تشریح۔۔ من اور اندریوں کے تپ کی مانند بانی کا سینم روپ تپ بھی ممکھشو کے مذہیا سن کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ شرتی بھگوتی بھی فرماتی ہے۔

नाऽनुद्यात् वहन् ब्रूवान् वाचो विगलापन हितत् ॥

ارکھات بہت نہیں بولے کیونکہ بہت بولنے سے بانی کا لگان ہوتا ہے۔ بلکہ : प्रसाम कुर्वन् ब्राह्मण : یعنی استم و شینی بدھی کو بنا دے۔ ایسا اپدیش دیتی ہے۔ چونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کی شکتی ذرا مل ہو جاتی ہے۔ اسلئے ممکھشو پُرس کو چاہئے کہ وہ بانی کا اتنا ہی پریوگ کرے جس سے مذہیا سن میں نقص واقع نہ ہو۔ اور برقی بھی ٹوٹنے نہ دے۔ اس میں شک نہیں کہ مذہیا سن کے لئے جس قدر شاستروکت سوادھیائے پچھن پاٹھن آدمی ضروری ہیں۔ اُن کا مطالعہ پہلو رکھے مگر اس بات پر ضرور دھیان دیوے کہ اُنکے ہی اندر نہ لگا رہے۔ کیونکہ اصل چیز اس کے لئے مذہیا سن

کتبوں کا مطالعہ نہیں۔ یوں ہر پہلو اور ہر پرکار سے نہدھیان کو ہی مضبوط بنانے کا شری اچاریریجی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی پختگی کے لئے اور بھی اپڈیش اگے دیتے ہیں۔

اُکتیسواں اپڈیش

॥ प्रौढासीन्यम भीप्स्यतां ॥

اُدا سیتا کو ہمیشہ اپنا جانا چاہئے۔

تشریح :- دھیان نشہ پُرش کو کسی بڑے ارمبھ میں نہ جانا چاہئے۔ بلکہ جتنا دوار صرف شریر یا ترا کے لئے بھی کرنا پڑے اُس میں بھی چیت کی اُپرامتا رکھے۔ کیونکہ ادھاک و دھار کرنے سے بھی اُتما کار برقی ٹوٹ جانے کا امکان ہے۔ لیکن پراربدھ سے بھی پراپت ہوئے دواروں میں اناسکت ہو کر اُسے رہنا چاہئے۔ مطلب ان سب اپڈیشوں کا یہ ہے کہ جب تک ٹھیک گیان دان ہو کر صحیح استھتی نہ پاوے ان سب سادھنوں پر غور کرے۔ چونکہ اُدی کے انترہ کرن میں انادی کال کی انیک وشنے دسنا اور جگت بھیدی دسنا پڑی ہیں۔ اس لئے جب تک اُنہیں جڑ سے اکھاڑ نہ دیا جاوے اعلیٰ معراج تک پہنچنا امر ناممکن ہوگا۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ ایسی اعلیٰ اوسنھا میں بھی استھت ہوئے یوگی کو اچاریریجی کئی سادھنوں کا اپڈیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہذا خوب اناسکت ہو کر اور اُدا سین ہو کر لو اس کرے۔ (باقی پھرا)

اُوجھوتی پرکاش ہندی

مصنفہ سنت ہری شھجی ریٹائرڈ نیک میجر نمبر جے ۶ راجوری گارڈن نئی دہلی ۲۷
اُوجھوتی پرکاش کا پہلا حصہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔ صرف چند گنتی کی کپسٹیکس ہی بقایا ہیں۔ قیمت ۵/۲ روپے ہے۔ ضرورت مند صاحب فوراً منگو لیں۔ اُوجھوتی پرکاش کا دوسرا حصہ (اوپڈیش بھاگ) ابھی پھپ کر آیا ہے۔ یہ تقریباً 300 صفحات کی ضخیم بکسٹک ہے۔ کپڑے کی مضبوط جلد میں بلبوس ہے۔ قیمت 7/- روپے علاوہ ڈاک خرچ مقرر ہے۔ یہ 36 بے نظیر مضامین کا مجموعہ ہے۔ گورو بھگتی۔ دھرم نرنے۔ سنکھشیت گیتا۔ کاشتری اپاسنا۔ دوسکھا۔ چتوشلوکی بھاگوت۔ ہرودہ درپن۔ اتم سمرپن۔ ویدانت ڈم ڈم۔ حما واکیرہ وویاک۔ پران اپاسنا۔ کرم اور گیان۔ بندھن اور مکتی۔ برہم تواتم دیوکی سیر۔ پرما تا اور جگت۔ ایسے ادبھت مضامین کا یہ مجموعہ۔ اتم جگیا سوؤں کیلئے بہت ہی لاجبھداسک ہے۔ ہندی جاننے والے اصحاب ضرور منگوائیں۔

ملنے کا پتہ :- دفتر رسالہ اوم اجیری گیٹ دہلی نمبر ۶

گویند پرکاش

(ہندی) مصنفہ برہم لین شری سوامی گویت آہنڈی ہماراج۔
سوامی ٹائپ بمضبوط جلد میں بلبوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق صرف 3 1/2 روپیہ علاوہ ڈاک خرچ 1/2 روپیہ
دفتر رسالہ اوم اندون اجیری گیٹ دہلی سے منگو کر جیون سچل کریں۔

اولم

مستی

شیریں سنت بوڑھنگھی و سیر

ہو ایسا مست کہ مستی بھی تجھ پر مست ہو جائے
 نہ جنگ مرشد کمال سے کچھ اسرار پائے گی
 تو مجاگے عشق میں اور عشق میں ہی دیکھ سو جائے
 ریا کاری کو بالکل دور کر برباد کر ڈالے
 یہ مستی ہے تجھے قدرت کا مستانہ بنائے گی
 ہمیشہ کیلئے ہی دل سے دُئی کو مٹا جائے
 ہزاروں غم بھی اجائیں خوشی سے اُنکو ہستا ہے
 یہ دھل حق سے ہو کے سیر نہن توڑ دیتی ہے
 ہزاروں فیض پا جاتی ہے مستانوں کی باتوں سے
 وہی کر ڈالتے ہیں جو کہ اپنے منہ سے کہتے ہیں
 جو بیخود ہو گیا سمجھو وہ سب بھیدوں کو پاتا ہے
 وہ جاں پھیل کے پہلے ہی دُرِ خاص پاتا ہے
 وہ اٹھتا بیٹھا اپنے صنم کا نام لیتا ہے
 تو مستی میں ہی ہر دم جاگ اُستی ہیں تو سو جا
 وہ دُنیا اور موتی ہے جہاں مستی پہنچاتی ہے
 وہاں تو مست مستی میں ہی ہر دم چور رہتے ہیں
 وہاں وہ یاد حق سے ہر گھڑی آباد ہوتے ہیں
 تو پھر میں سچ کہتا ہوں تیرا جیون بدل جائے
 حقیقت کا جو پردہ ہے وہ تجھ پر صاف کھل جائے
 مائِ غصہ مچلا جائے گناہ کا نور ہو جائیں
 خدا کو جس نے جانا ہے اسی مستی سے جانائے

تو ایسا مست ہو جس سے خرد سب ہوش کھو جائے
 مگر لفظوں سے یہ مستی بھی نہ ہاتھ آئے گی
 صنم کے عشق میں ہر دم تیرا دل جو ہو جائے
 اسی کی یاد سے خانہ دل آباد کر ڈالے
 جو حاصل الخیص پنہاں راز ہے مستی دکھائیگی
 یہ مستی نعمت یزداں ہے گرچہ ہاتھ آجائے
 جو عشق حق میں دل سے مست ہو کے مست رہتا ہے
 ریا کاری غم و غصہ کو مستی چھوڑ دیتی ہے
 یہ دُنیا دنگ رہ جاتی ہے مستانوں کی باتوں سے
 یہ اپنے یار کی مستی میں ہر دم مست رہتے ہیں
 خودی کو چھوڑ کر ہی رازِ مستی ہاتھ آتا ہے
 یہ مستی اک سمندر ہے جو غوطہ اسیں لاتا ہے
 وہ اپنی جان کو اپنے صنم پر وار دیتا ہے
 مٹا کر اپنی ہستی کو تو مستی میں فنا ہو جا
 تو پھر دیکھے گا نظارہ کیا مستی دکھائی ہے
 وہاں تو یاس و حیاں ہر گھڑی ہی دور رہتے ہیں
 وہاں کے رہنے والے موت سے آزاد ہوتے ہیں
 اگر تو اُن کی آنکھوں سے ذرا مستی چرا لائے
 جو من بس میں نہیں آتا وہ تیرے بس میں آجائے
 یہ جھوٹی خواہشیں دل سے تیرے سب دور ہو جائیں
 یہ مستی پریم ہے اور پریم مستی کا خزانہ ہے

مزا جب مست رہنے کا تجھے انسان آئیکا
یہ مستی ہر کسی کو پریم کا پیغام دیتی ہے
یہ مستی پریم کے دریا کی اعلیٰ روانی ہے
جو دل سے مست ہوتا ہے حقیقت کو وہ چھپائے
تو دنیا سے ہٹا کے دل ذرا مستی میں آجھائی
یہ مستی آدمی کو آدمیت ہی سکھاتی ہے

تیرا من جھوٹے دھندوں سے بہا لے چھوٹ جائیکا
بھٹکنا جو بھی آجھائے اسی کو تھام لیتی ہے
یہ مستی راہ الفت سے یہ مستی زندگانی ہے
سرور سرمدی سے اس کو بھر آئند آجائے
خودی کے روگ سے باہل تو پائے کاشفا جھائی
سکھا کے آدمیت راہ حق کا راہ بتاتی ہے

یہ مستی مست کے دل کو سداسرور رکھتی ہے
عے الفت سے ہر دم انگہ کو مخمور رکھتی ہے

کہتی ہے خلق خدا ہم کو غائبانہ کیا

(اوم پریمیوں کے خطوط)

ریو لو (اخبار پر تاب مورخہ 3.1.67)

ماہوار رسالہ اوم دہلی ۱۹۳۴ء سے دھارماک جگت کی سیوا کر رہا ہے۔
ہر سال سالانہ نمبروں کی صورت میں دھارماک لپٹیکس پبلیک کی بھینٹ کر چکا ہے
اور اب یکم جنوری ۱۹۶۷ء کو سالنامہ ہندو دھرم انک شائع کیا ہے جو کہ اکتالیس مضامین کا مجموعہ اور 20x30 سائز کے
۱۹۲ صفحات کی ضخیم کٹنگ ہے۔ ٹائٹل پر سدرشن چکر دھاری بھگوان کرشن کا نہایت خوبصورت اور دلکش دو رنگا بلاک چھاپا ہے
جو کہ ہندو دھرم کا پر تیک ہے۔ صفحہ پر رادھا کرشن اور گائے کی نہایت خوبصورت تصویر چھپائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سات
مزید تصاویر لگائی گئی ہیں۔ اس دھارماک کٹنگ کی قیمت صرف ۷۵-۳ روپے ہے۔
ماہوار رسالہ جی ۱ منستے۔

۲۳۶۶۔ حکیم رکھارام شاردا۔

منی آرڈر فارم وچٹ ہر دو موصول رہوئے۔ آپکو شاید یاد نہیں ہیں نے عرض کیا تھا
کہ میں اس پرچہ کا گاہک تقریباً 34-1935 سے ہوں۔ پہلے میں اس کے خریدار بھی بنے۔ اب کم بنتے ہیں۔ جتنے بھی نمبر خاص نکلتے
ہیں سب ہریان لے گئے ہیں۔ رسالہ بھی ہر ماہ کئی لوگ پڑھتے ہیں۔ لوگوں کی راجی کوئی خاص اچھی نہیں رہی۔ ۱۹۶۷ء کے بعد کے طبعاً
تو اردو سے بے بہرہ ہی رہ گئے ہیں۔ پرائے بندے ہیں انکا اتم بھاءو کمزور ہے۔ یہ رسالہ میں ہر کسی کو پڑھنے کو دیتا ہوں۔ کئی تو دلچسپ ہی
نہیں جیتے۔ خیر اب عرض ہے کہ آپ بلا توقف و تساہا ماہنامہ خاص نمبر بذریعہ دی۔ پی ارسال فرماویں۔ ایکروپیہ کی رعایت کا کوئی ذکر نہ کریں۔
۱۱/۱ روپیہ کوئی اسکی قیمت نہیں؛ ہر چیز تو کئی کئی گنا ہو گئی ہے۔ مگر میں کہوں ہے۔ یہ آپکی خاص قربانی ہے کہ آپ ایسے وقت میں بھی اس مافی غذا کا بندہ

ازمیر کھڑچاؤنی۔ یکم نومبر ۱۹۴۶ء۔ شری نندہ جی مہاراج۔ سپریم ہری سمرن۔ ماہ نومبر کا اوم مجھے کل موصول ہو کر باعث خوشی ہوا۔ آپکا اپنا لیکھ وید اور پوران بہت پسند آیا۔ اور کرشن نیتی والے لیکھ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اسکی آپا میری طاقت بیاں سے ۲۸ ہے صفحہ ۲۵ اور ۲۶ پر جو کہتی ہے غلق خدا ہکو غائبانہ کیا کے عنوان سے اوم کے پانچوں کے کچھ پتر شائع ہوئے ہیں۔ ان سچوں نے 'اوم' کے سمندر میں جو بھاؤ پر گٹ کئے ہیں وہ سراسیمہ ہیں اور سرسراہٹا حقیقت اس مادیت پسندی دور میں اوم کے پایہ کا اردو زبان میں کوئی رسالہ یا اخبار نہیں ہے۔ یہ سب آپکی ذات بالا صفات کا نتیجہ ہے۔ پرانا کرے کرچہ فیض مدت مدید تک جاری رہے۔ فقط۔ آپکا صفی۔

۱۵/۱۔ محترم نندہ جی۔ جسے سچا نند۔ چند روز ہوئے آپ کا بیش بہا۔ زود جواب رات سے بھی زیادہ قیمتی تحفہ نئے سال کا تحفہ رسالہ اوم کے سالنامہ کی صورت میں موصول ہوا۔ ۱۹۴۷ء سے اب تک برابر مجھے اوم کے مطالعہ کا فخر حاصل ہے۔ عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے اسے اس ذوق و شوق سے پڑھا جس کا یہ شاندار، چرلطف، دلچسپ پرانہ معلومات اور جاذب نظر رسالہ اپنی نگاہ سے بہت کم گذرا ہے۔ دھارماک اور تاریخی نکتہ نگاہ سے اس کا مطالعہ ہر فرد و بشر کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اپنا تو یہ خیال ہے کہ ہر گھر اور ہر لائبریری میں کم از کم اسکی ایک جلد لازمی ہونی چاہیے۔ آپ اور آپ کا شاف یقیناً ایسا اعلیٰ ترین اور بلند پایہ رسالہ نکالنے کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں خوشنما قلم و قریبے تو اس کو اور بھی دیدہ زیب اور دلکش بنا دیا ہے۔ ایک دفعہ اس کو پڑھنے کے لئے اٹھ کر تب تک رکھے کوئی نہیں چاہتا جب تک اسے پوری طرح پڑھا نہیں لیا جائے۔ کہاں کی چیز ہے اور کیا لکھوں۔ لکھو ان ہی آپکو اس دھارماک سیوا کا صلہ دینگے یا جفتا ہی آپکی محنت اور لگن کی قدر کریں گی۔

نیاز کیش۔ ہری چند خوشدل اکیم۔ اے۔ سول لائن۔ لدھیانہ۔

۲۶/۱۰/۶۶ لدھیانہ پوجیہ نیچر صاحب رسالہ اوم اندرون اجیری گیٹ دہلی۔

سیوا میں عرض ہے کہ آپ جتنا کہ میرا خط بند کرنے کو نہ ملے میرا رسالہ بند نہ کرنا۔ کیونکہ موسسکتا ہے کہ وقت پر آپکو چندہ ملے اور نہ ملے تو آپ بند کر دیں۔ آپ جب بھی پتہ میرا ختم ہو وی۔ پی۔ رسالہ کر دیا کریں۔ کیونکہ مجھے جفتا آئندہ رسالہ اوم میں بلا ہے تحریر نہیں کر سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ چندہ ختم ہونے پر وی۔ پی کر دیا کریں گے۔ اور میری کوشش ہے کہ اور بھی لاکھاپے آپکے نئے سال سے ضرور بنا دیے جائینگے۔ آپ کا شہدہ جتنا کہ کنڈن لال خرمیاری نمبر 3729 لدھیانہ۔

ازمیر کھڑچاؤنی۔

۲۵/۱/۶۷ پوجیہ شری نندہ جی۔ سپریم ہری سمرن۔ آپکا مسند ہندو دھرم انک ۱۹۴۷ء

مجھے ۳۱ دسمبر کو موصول ہو گیا تھا جس کے لئے بہت بہت شکریہ۔ اب کے رسالہ خاص کی کتابت بہت اچھی ہے اور تمام مضامین اعلیٰ پایہ کے ہیں۔ آپکی محنت شاقہ کا یہ نتیجہ ہے کہ قارئین اوم کے مطالعہ کے لئے ایسا نادر اور گرہ نقد رسالہ بطور تحفہ سال نو انکے ہاتھوں میں پہنچا۔ اس کے لئے آپ کو دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ فقط۔ آپکا صادق جگن ناتھ کھنہ صفی ازمیر کھڑچاؤنی

شریان جناب نیچر صاحب۔ سار پرنام۔

5/1/67

نویدین ہے کہ آپ کا سالنامہ ہفت روزہ دھرم انک جنوری فروری ۱۹۶۷ء مل گیا ہے۔ آپکا بہت بہت دہنباہ ہے۔ آپ نے رسالہ اوم انک میں کاغذ بہت اچھا استعمال کیا ہے۔ چھپائی تو ایسی ہے کہ جیسے موتی پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس دفعہ چھپائی بہت ہی صاف ہے۔ آپ نے کافی محنت سے یہ چیز لوگوں کو پیش کی ہے۔ دھارماک جاگت میں آپکا رسالہ بیش بہا دولت ہے۔ سیاسی روح کو شنتی دینے والا ہے۔ ادھیاتم مارگ میں اگر کوئی اردو کا رسالہ ہے تو آپ کا اوم رسالہ ہی ہے۔ بھگوان آپکو اس نیکی کے کام کرنے کیلئے خوب ترقی دیوے۔ میری یہی اُس بھگوان کے دربار میں مودبانہ گزارش ہے۔

میری یہ دلی تمنا ہے کہ رسالہ اوم کا ہر اردو خواندہ اس کا خریدار بنے۔ ہنر و دھرم انک کے مضامین بڑھیا سے بڑھیا ہیں۔ شری شوچالیسہ تو بہت ہی بڑھیا ہے۔ شری مہاتما کانشی رام جی کا لیکھ۔ شری مہاتما جھاگ مل جی اور دیگر ودوانوں کے لیکھ بڑے سبق آموز ہیں۔

اجودھیا پرشاد

چنڈی گڑھ 25/1/67 مانہ ودر شری مندرہ جی۔ ساودھتھا سپریم پرنام۔ آپکا بھیجا ہوا مول رتن کے سرسری سوادھیائے سے جیون میں ایک نیا سماگ پتھ پیدا ہو رہا ہے۔ آپ کافی عرصہ سے اس شیخہ کام کو کرتے آئے ہیں جس سے الگیا فی پرشٹوں کی اوستھا بدل رہی ہے۔ یوں تو آپ کے سب انک پرشٹا کے پاتر ہیں۔ پرتو اب کے انک میں باعل ودوان لیکھوں کے لیکھ پڑھ کر جنہوں نے اپنے پرائیمن اتھاس کا ادھین کر کے لیکھ درج کئے ہیں۔ کے سوادھیائے سے ایک معمولی پرش کو گیان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ منش جیون سدھارنے کا بہت اچھا اور سر پر اپت ہوتا ہے۔ ان سب کا اور آپ کا بہت بہت دھنباہ ہے اور ایشور سے پراقتنا ہو کر آپ اور ان سب ودوان سمجھوں کو ایسے شیخہ کام کے لئے دیرگھ آلو پروان کریں۔ اور اسی طرح شیخہ کا ریدہ کوئے کا بل اور شنگتی پروان کریں۔

30/1/67

نیجہ صاحب اوم۔ آپکا ہندو دھرم انک تو نہایت ہی دلچسپ ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جو میں اسکی تعریف کر سکوں۔ ہندو دھرم انک نے تو پہلے سارے سالانہ نمبر مات کر دیئے ہیں۔ اس میں مہاراند پرتاپ، مہارام رنجیت سنگھ اور دیگر بہت سے مضمون اور شوچالیسہ تو نہایت ہی اچھے ہیں۔ شوچالیسہ تو میں روزانہ پڑھتا ہوں اور باقی مضمون کسی کئی دفعہ پڑھ چکا ہوں۔ سالانہ چندہ تو اس دھرم انک نے ہی پورا کر دیا۔ زیادہ ادب۔ تابیدار ایشور دس

بغیر انسان کی کوشش کے بھگوان کی امداد کا کوئی حق نہیں لیکن بغیر انسان کی کوشش کے بھگوان کی امداد کے انسان کی کوشش کا من چاہا پھل نہیں۔ یاد رکھو کوئی غیر شخص آپ کو بھگوان کی امداد نہیں دلا سکتا۔ یہ امداد آپ کو خود یعنی ہے۔ اپنے وقت کا صرف ایک فیصد یعنی دن ۲۴ کے (24 x 60) 1440 منٹوں میں سے ۱۵ منٹ بھگوان کی ارادہنا اور پراقتنا میں دو۔ اور اپنی آمدنی کا صرف ایک فیصد بھگوان کے دکھیا۔ بچوں کی امداد میں دو۔ کسی اور کے کہنے پر نہیں بلکہ خود اپنے ذاتی علم کے مطابق جو بھی دراصل دکھیا ہو۔ جہانتاک ہو سکے منگوار کا برت رکھو۔

آپکا ہستیشی ایک گمنام۔

ہندو سنسکرتی

(شری جگن ناتھ کھنہ برنڈین نواسی)

کسی قوم کی تہذیب و تمدن ہی درحقیقت اسکی زندگی کے بے ثبوت تصور ہوتے ہیں۔ اگر رفتار زمانہ کے ساتھ ان میں بھی تغیر و تبدل واقع ہو جائیں۔ تو یہ باعث مسرت نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بنیادی طور پر ہی ان میں تبدیلی کی جائے تو یہ اس قوم کی پہلی زندگی کے خاتمہ اور نئی زندگی کے آغاز کی ہی دلیل ہے۔ اگر اس کی پہلی زندگی جو ایک خاص تمدن کا نمونہ تھی ختم ہو جائے تو درحقیقت یہ اس قوم کی بھی موت تصور ہوتی ہے۔ پوشاک اور لباس پہننے سے خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو ہماری شخصیت نہیں بدلا کرتی۔ اسی طرح سے اداکاران (ایکٹر) کوئی پارٹ ادا کریں تو انکی اپنی ہستی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کچھ یا تہذیب تو دراصل کسی قوم کے چلنے کے لئے شاہراہ کا کام دیتی ہے۔ وہ ایک راہ مستقیم ہے جس پر چلے جانے سے اپنی ہستی کو قائم رکھتے ہوئے وہ اپنی منزل مقصود پر جا پہنچتی ہے۔ ورنہ اسکی اصلیت کے متعلق مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اداکار اپنا پارٹ ادا کرتے وقت اپنی اصلیت کو نہیں بھولا کرتا۔ بھلے ہی وہ کسی بادشاہ، وزیر یا فیئر کا پارٹ ادا کرے۔ وہ جانتا ہے کہ میں خود تو فلاں آدمی ہوں، ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہ اسے نہیں بھول سکتا۔ بعینہ یہ حالت کسی قوم کی سنسکرتی یا تمدن کی ہے۔ درحقیقت یہی کسی قوم کی زندگی کا ”زبردست ثبوت“ ہے۔ اور اسکی عمارت کی بنیاد ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ جس طرح جسم انسانی میں خون کی حرکت ہی زندگی کے قیام کا زبردست ذریعہ ہے۔ بعینہ کسی قوم کی زندگی کا دار و مدار بھی اسکی تہذیب و تمدن پر ہوتا ہے۔ اسکے فقدان میں قوم کی حقیقی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ قومی تمدن ایک راہ مستقیم ہے۔ جو بزرگان قوم نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اگر نسلیں اس راستے سے جھٹک جائیں۔ تو یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ انکی قابلیت اور سعا تمدنی کی دلیل نہیں۔ اس تمدن کے بڑے بڑے ستون ہیں طرز لباس (پوشاک) طرز گفتگو (زبان) مذہبی عقائد، رسوم نماز واری، سماجی زندگی جن کے بزرگان قوم پابند رہ چکے ہیں۔ اور بطور ورثہ انہوں نے نسلوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ جب کوئی غیر ملکی طاقت کسی ملک کو فتح کر لیتی ہے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس مفتوحہ قوم کے تمدن اور زبان کو ختم کر دے۔ اور اپنے طرز تمدن کو وہاں جاری کرے۔ ہندوستان میں مسلم فاتحوں نے ہندوؤں کے مندوں کو مساکین اور انکی مذہبی روایتوں اور دستوروں پر کئی طرح کی پابندیاں لگا دیں ایک مسلم حکمران نے متھرا میں ہندوؤں پر بہانہ لگا کر دی کہ وہ جینیو پہنکر اور تلک لگا کر شارع عام میں نہیں چل سکتے تھے اور جہنا میں نہنا بھی ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ ایک مسلم بادشاہ نے ہر ہندو کے گھر میں بجائے کھاکر سیوا کے ایک سید کا چراغ جلا نا لازمی قرار دیدیا۔ مسلمانوں نے جہاں بڑو شمیریت تبدیل کیا پیدا کرنے کی کوشش کی اور کمزور دل انسانوں کو ڈرا دھمکا کر اسلام قبول کر لینے پر مجبور کیا۔ وہاں انگریزوں نے اپنی شام، طاقت سے انگریزی زبان کا پڑھنا سیکھنے کے لئے لازمی کر دیا۔ اس کے بغیر ملازمت حاصل کرنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور اسکے ساتھ عیسائی مذہب کو فروغ دینے کے لئے یہاں عیسائی مٹھری مقرر کر دیئے جو اب بھی اپنے عیسائیت کے پرچار میں مصروف ہیں۔

اور یہ کام اب کانگریس حکومت کے دور میں بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ آسام کا جنوبی ضلع مائزوپل ان عیسائیوں کا بڑا زبردست اڈا ہے۔ اسی طرح سے ناگالینڈ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ انہیں مشنری پرچار کوں کی کارکردگی کا ہی ثبوت ہے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کے کسی صوبے یا حصہ ملک کا نام لینڈ نہیں رکھا گیا، سب کو پریش کا نام دیا گیا۔ جیسے انڈیا پریش، مدھیہ پریش وغیرہ۔ لیکن ناگالینڈ کی جگہ اس کا نام ناگالینڈ ہی تسلیم کر لیا گیا۔ اس دس کے پسوں کو پریشی ہنروں کی دین تھی۔ صریحاً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن اصلی معنوں میں یہ بات نہیں۔ اور اس کا خمیازہ اب سرکار بھگت رہی ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ باوجود اتنے ناموافق حالات کے جن میں سے ہندو قوم کو گزرنا پڑا۔ اور کئی آفات اور مصائب کا شکار ہونا پڑا اسکی ہستی اب تک قائم ہے۔ یہی نہیں اب وہ بھارت ویش میں اکثریت یا بہو سنگھاک ہونے کا درجہ رکھتی ہے اور اسی وجہ سے حکومت کا بیشتر حصہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں اس قسم کے دور میں گزرتے ہوئے کئی قومیں اپنی ہستی کھو بیٹھیں اور بے نام و نشان ہو گئیں اس کے مقابلے میں ہندو قوم کو ایک شرف بقا حاصل ہوا اور جو ذرا بھی ہے جو بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ تب ہی تو ایک شاعر نے کہا ہے۔ کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہوتی۔

یہ بات ہمارے لئے بڑی طمانیت بخش ہے لیکن دور جدید میں کچھ ایسے حالات رونما ہو رہے ہیں جو "ہندوئیت" کے خاتمہ کے لئے ہی طرح طرح کی صورتیں اختیار کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہو کر غفلت کی بیند میں غلطیاں نہیں ہونا چاہئے اور ہر ممکن طریقے سے اپنی بقائے ہستی کے لئے۔ بیادار، ہوشیار اور سرگرم ہونا چاہئے۔ اس حصول غرض اور مدعا کے لئے جو اقدام نہایت ضروری ہیں۔ ان کا سطور ذیل میں مختصراً ذکر کیا جائیگا۔

۱۔ زبان - ہندو جاتی کی یہی نہیں بلکہ منشیہ مائری اصلی زبان سنسکرت ہی تسلیم کرنی پڑیگی۔ جس میں ہمارا تمام دھرم گرتھ قلمبند ہو چکے ہیں۔ یہی وید بانی ہے جو مشنری یعنی آغاز عالم اور ازل سے ہی ظہور میں آئی۔ دنیا کی تمام زبانوں کی بنیاد اسی زبان کو مانا جاتا ہے۔ ہندوؤں نے اس زبان کو "مردہ زبان" قرار دیکر پریش باسیوں کی توجہ انگریزی پڑھنے کی طرف مبذول کر دی۔ انگریزی اب ہندوستانی جیون میں گھر کر چکی ہے۔ یہاں تک کہ ہندی کو بھی جسکو حکومت ہند کے آئین یا دھان نے راسٹر بھاشا کا درجہ دیا ہے۔ بھارت کے کئی پریش اپنانے کے لئے تیار نہیں اور وہ انگریزی کو ہی بھارت کی راسٹر بھاشا کے برابر درجہ دینا چاہتے ہیں۔ دیکھنی بھارت میں زبردست اندولن ہوا۔ خیر اس بات کو کبھی آپ نظر انداز کر دیں۔ ہماری عام بول چال میں انگریزی بہت کتنی گڑبھلی ہے کہ اب ہمارا اس سے چھکارا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اب بچے ماما کو ماں یا میا بہن بکارتے می ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح سے باپ کو ڈیڈی، کھجوا، پھسچی، چچی، مامی اور موسی میں اب کوئی بھید نہیں رہا، سبکو "انٹی" ہی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ آجکل کے بچے لکھے باپ صاحبان بات چیت کرتے وقت اگر انگریزی ہندو کا پرلوگ نہ کریں تو انکے لئے بات چیت کرنای مشکل ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزی میں بڑی رودنی سے بول سکتے ہیں۔ وہ تو خاص خاص ہستیاں ہیں مختصراً ہمیں سنسکرت اور ہندی کو وہ درجہ دینا ہے جسکی وہ مستحق ہیں۔ اور اسی میں ہماری ہستی کا راز مضمر ہے۔

۲۔ لباس - انگریزوں کی ہر بانی سے جہاں ہم اپنی زبان سے منحرف ہو گئے ہیں وہاں ہمیں اپنا لباس بھی مرغوب خاطر نہیں مانی کا اشتیاق اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب کئی سکولوں میں بچوں کے لئے وہ یونیفارم کا جو بن گئی ہے بھوٹے پھوٹے لڑکے

ٹائیاں لگا کر سکول جاتے ہیں، پینٹ کوٹ کے لئے تو ہمیں ایک گونہ عشق ہی ہو گیا ہے۔ دھوتی اور پٹی پہننے والے تو بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ جینیو اور چوٹی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک رو میں ہم بے جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہو گا کہ ہم اپنا قومی لباس بالکل بھول جائیں گے۔ دفنوں میں بابو صاحبان بیشاک انگلیزی لباس پہن کر جائیں لیکن گھر میں اور رسم و رواج کے مواقع اور سیاہ شادیاں میں تو اپنا قومی لباس پہننے میں ہی ہماری عزت اور شان ہے۔ ہمارے خرقہ سوراگاشی تہری لال بہادر شاستری جی جہاں بھی گئے۔ دھوتی ہی پہن کر بیٹنگ کہ انہوں نے جرابوں کا استعمال بھی ترک کر دیا۔ آپ اپنے آخری ایام زندگی میں جب ناشقند میں تھے اور سخت سڑی کے دن تھے۔ لیکن آپ نے اپنے لباس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اسی طرح سے جہان گاندھی جی جب ولایت گئے۔ تو وہ اپنے کھدے کی دھوتی اور مالیں ہی ملبوس تھے۔ اور اسی میں ان کی شان تھی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے قومی لباس کو ترک نہ کریں۔ بنگالی اور مدراسی لوگ اس زمرہ میں نہیں آتے۔ کیونکہ وہ اپنے قومی لباس اور زبان کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔

۴۔ مذہب :- مذہبی عقائد کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ وہ ان کے ماننے والوں کے اندر ایک اتحاد کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے لئے پانچ دفعہ نماز ادا کرنے کا حکم ہے اور وہ بڑے اعتقاد سے انکو ادا کرتے ہیں۔ انکے مقابلہ میں ہندوؤں میں تین کالوں کی سندھیا کرنے کی ایک صبح، دوسری دوپہر اور تیسری شام کے وقت، لیکن اصلیت یہ ہے کہ تین وقت کی سندھیا تو درکنار ایک وقت کی سندھیا کرنے والے بڑے ٹھوڑے سخن دکھائی دیتے ہیں۔ چائے تو بھلے ہی وہ پانچ دفعہ پی جائیں۔ اس نہایت ضروری لگیا کا پالنہ نہیں کیا جاتا۔ مانا کہ ہندوؤں میں مت مشائخ اور انکے جھگڑوں سے ایکتا نہیں ہو سکتی۔ تاہم ہندو مت کے ناطے سے تو وہ ایک لٹری میں پروئے جانے چاہئے۔ بغیر اس کے انہیں وہ باہمی محبت اور اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ایشور کو ماننے والے تو دراصل آپس میں جلدی متحد ہو سکتے ہیں خواہ وہ عیسائی ہوں۔ مسلمان ہوں یا ہندو، دراصل یہ سب سے بڑا گہرا اتحاد ہوتا ہے۔ اور مذہب کی عزت و توقیر قائم رکھنے کے لئے اس کو ماننے والے اور معتقد سب متحد ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں کسی وقت ۲۷ فرقے مانے جاتے تھے اور اب یہ تعداد کچھ بڑھ گئی ہے لیکن مذہب کے نام پر ان سب کا اتحاد حیرت انگیز ہے۔ ہندوؤں میں بھی بے شمار سمپردائے ہیں اور سب کے بٹے ہوئے ہیں۔ برہمن میں بھی جو کھگوان شری کرشن کے ماننے والوں کی بھجوی ہے۔ انکے ہی دماغ یا پنچزار کے قریب مندر ہیں۔ کئی سمپردائے ہیں جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ اختلافات ہوتے ہوئے بھی انہیں ایکتا کے بغیر سچلتا نہیں ہو سکتی ان سب کو باہم ملانے والی کوئی لٹری یا LINK ہونا چاہئے۔ اور کئی انسو انہیں اکٹھے ملکر منانے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو حالات موجودہ میں انکا مستقبل حوصلہ افزا معلوم نہیں ہوتا۔ کیوں نہ شرمید کھگوت گیتا کا پاٹھ ہر ہندو کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔ اس سے بہت اختلافات از خود دور ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں گو رکشا کا ایک ایسا سوال ہے جس پر سوائے اہل اسلام کے سب بھارتی متفق ہو سکتے ہیں اور اگر کوئی شش کریں تو بھارتی مسلمان بھی بخوشی ہندوؤں کے ساتھ اس سوال پر اتفاق کر سکتے ہیں۔ سیکولزم کا مطلب باہمی رواداری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو ہندو ماترکی سرشت میں شامل ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی رواداری اور صریح لگی نے ہی تو یہاں غیر ملکی حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی کی اور انہوں نے ہندوؤں پر ہی مظالم توڑے کہ تو یہ ہی بھلی۔ ہم اس رواداری کے خلاف نہیں لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہندو اپنے مذہبی عقائد کے پورا پورا پابند ہوں۔ ہندو مسلم، عیسائی تینوں مذہب استاک ہیں۔ (خدا) پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ بھی انکے اختلافات کی کوئی حد نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہندو اپنی مذہبی یا الہامی

کتب یعنی ویدوں کو کسی خاص مذاہبی ہستی کی تصنیف نہیں مانتے۔ برعکس اس کے عیسائی اور مسلم فرقوں کے لوگ انجیل مقدس و قرآن شریف کو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صاحب کی متبرک ذاتیات سے منسوب کرتے ہیں کیونکہ وہ حقائق ربانی انہیں کے ذریعے نازل ہوئے سمجھتے ہیں۔ لیکن ویدوں کے اہام کا شروع کسی خاص رشی کو حاصل نہیں ہوا اور نہ ہی ہندو مذہب کسی مذہبی پیشوایا اوتار کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سسے سے پر اسی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے خاص خاص ہستیاں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں لیکن وہ سب سناٹن دھرم یعنی اڈ سے پرگٹ ہونے والے مذہب کی ہی تلقین کرتے رہے۔ یہی دراصل ہندوؤں کی مذہبی روداری کی وجہ خیال کی جاتی ہے۔

۴۔ **پتی برتا دھرم** :- ہندو مہلاؤں کی پتی بھکتنی اور پتی برتا دھرم کا پالنہ مدتوں سے شہرہ آفاق ہو چکے ہیں اور یہ ہندو سنسکرتی کا ایک جز اعظم ہے۔ لیکن اب رفتار زمانہ سے اس میں بھی تبدیلی آرہی ہے۔ ہماری سرکار نے کئی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہندو مہلاؤں کو طلاق حاصل کرنے کا حق دیدیا ہے۔ کئی حالات میں اس کی ضرورت فی زمانہ پڑ سکتی ہے لیکن ہندو سنسکرتی کو اپنانے والوں کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ ہندو مہلاؤں اس حق سے مستغید ہونے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔ ہمارے استری پتی کا تعلق دیرینہ ہوتا ہے کئی جنموں سے ہی یہ سلسلہ جاری چلا آتا ہے۔ اسے لوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جب بھگوتی پاربتی کو رشیوں نے کہا کہ مہادیو شنبھو سے شادی مت کرو۔ وہ تو گھگھ میں ہڈیوں کی مالا پہنے رہتے ہیں اور سر پر ان کے شر سے چمٹے رہتے ہیں بڑا بھیاناک ہے انکارو پ تو وہ بولیں :-

”کوئی جہنم سے لگی رگڑ ہماری دروں شنبھو نہیں تو رہوں کنواری“ (دلی مائن)

جس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ کروڑوں جنموں سے میرا اور مہادیو جی کا تعلق چلا آتا ہے۔ میں تو اب بھی انہیں سے شادی کر رہی نہیں تو کنواری رہنا ہی پسند کر رہی۔

۵۔ **گو رکھشا** بھی ہندو سنسکرتی کا ایک خاص انگ ہے۔ اس کے بغیر بھارت دوش میں جہاں پہلے دودھ کی ندیاں بہتی تھیں۔ دودھ ایک نایاب چیز ہوتی جا رہی ہے۔ اور اسی طرح سے گھی۔ اگر یہی حالات رہے تو وہ وقت دور نہیں جب بڑے بوڑھے بچوں کو یہ بتایا کریں گے کہ بیٹا، بہن دلوں کی بات ہے بھارت میں ایک جانور ہوتا تھا جس کا نام گائے تھا۔ اس کے تھنوں سے سفید رنگ کی رقیق چیز نکلا کرتی تھی جس کو لوگ دودھ کہتے تھے۔ اس دودھ سے ایک کلبی سی چیز نکالی جاتی تھی جسے گھی کا نام دیا جاتا تھا۔ یہ حالت اس دیش کی ہوگی جہاں سری بھگوان کرشن چندر نے بچپن میں گوجران کا کام نہایت شرمدا اور پریم سے کیا۔ تاکہ کہ جب پٹانے کہہ کہ بیٹا جنگل میں جوتا پہنکر جایا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کانٹیں چھب جائیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ پتاجی ہم دیشیوں کی گوشت مانتا ایشٹ دیوی ہے پہلے ان کے لئے جوتے جیتا کریں پھر مجھے بھی پہننے کے لئے کہیں۔ یہ تھا بھاد بھگوان کا۔ لیکن اب کیا ہو رہا۔ اقتصاد دی حالات ناقص ہو جانے کی وجہ سے گھر میں گو سیوا ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی کام کے لئے گھروالوں کو فرصت ہی کہاں ہے جو قبضہ بازار سے، ڈاکٹری سے یا دودھبھوں سے انہیں ملتا ہے۔ چائے میں استعمال کر لیتے ہیں اور بس۔ اور جو دودھ ملتا ہے۔ اس کی کریم یا مٹائی پہلے ہی نکال لی جاتی ہے۔ ایسے دودھ کو سپرٹا کہتے ہیں اور وہی عام طور پر اب استعمال میں آتا ہے۔ ایسا دودھ لیکر پتھر پر نشوونما اس طور پر نہیں ہو سکتی جو خالص دودھ، مکھن، دہی وغیرہ کھانے سے ہو سکتی ہے۔ گو رکھشا کے لئے اس وقت بڑا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

از قلم ہر چند جی خوشدل ایم۔ لے (سونی پتی) آریہ ہار سکندر اسکول۔ لدھیانہ

فوج عظیم لے کر آیا یہاں سکندر پورس بھی ساتھ لایا تھا اپنا لاؤ لشکر
دونوں طرف کھڑے تھے جب ایک سے دلاور پورس نے مات کھائی قسمت ہوئی زیادہ

مفتوح کو بنایا فاتح نے یار اپنا

اور اس طرح سے قائم رکھا وقار اپنا

لینے کو آگیا تھا وہ امتحاں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
کاشی میں پاک گیا تھا راجہ ہریش چندر رانی ہوئی تھی باندی بیٹا ہوا تھا لوگر
نوکر بنے تھے افسر اور بادشاہ گداگر سدھ کر مصیبتوں کو قائم رہے سخن پر

دنیائے ستیہ وادی کہہ کر اسے پکارا

بیٹا تھا جس کا رو بہت۔ رانی تھی جکی تارا

کتنا تھا دھرم پریمی وہ حکمران ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
پر ہلا دے ستم کے آگے نہ سر جھکا یا سو آفتیں سہیں۔ پر پاؤں نہ ڈمکا یا
بالک بھگت کو آکر نہ رنگھ نے بچا یا بھگتوں کی رکشا کرنے بھگوان آپ آیا

اپنے دھرم کی عظمت ہم نے جتائی ایسی

دنیائے دھاک اپنی ہم نے بٹھائی ایسی

تھا ہر بشر کے دل پر سکھ زواں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
کور و کھشتری ہوئی تھی بھائیوں کی لڑائی کرتے تھے پانڈوؤں کی شری کرشن رہنمائی
کھشتری دھرم کی عظمت کیا خوب تھی جتائی ارجن کا دل بندھایا دنیا کو راہ دکھائی

کر لی تھی اس شکارا راز حیات گیتا

مردوں کے واسطے ہے آپ حیات گیتا

گو پال بنی والا جہاں دو بیاں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

حقیقت میں حقیقت واقف تھا از حقیقت سے نہیں پاؤں ہٹایا شیر نے راہِ طرقت سے
شسا تھا وہ ہندو دھرم کی شوکت عظمت سے گوارا تھا نہیں رہنا اُسے دُنیا میں ذلت سے
بھکا سکتا نہیں کوئی کسی خود دار کے سر کو
امر ہے اُتنا جس کی اُسی دیندار کے سر کو

قصہ سنار ہا تھا سارا جہاں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
کھو کر لگی جو دھرم کو گھربار چھوڑ بیٹھا ماتا پتا سے اپنا سب بندھ توڑ بیٹھا
رشتہ وہ اُتنا کا ایشور سے جوڑ بیٹھا جامہ پر کھو کی بھگتی کا بچپن میں اوڑھ بیٹھا

نکھسا سا ایک بالاک بھگوان کا چٹاری
بھگتی پہ اُس کی حیراں دُنیا ہوئی تھی ساری
دھن نے اس طرح تھا بھگوان کو رتھ یا
خود ایشور نے اکر بھوجن اُسے کھلایا

ہم راز داں تھے اُسکے وہ راز داں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
گو بند سنگھ شوانے جو ہر بڑے دکھائے پر تاپ اور ویراگی نے، ہاکھ وہ دکھائے
حیرت زدہ کھڑے تھے سب اپنے اور پرانے جھانسی کی ویرانی نے وہ کام کر دکھائے
آزاد ہند سینا کو جب بوس لے سنوارا انگریز کو بھارت سے کزنا پڑا کٹارا
اتنا ہوا موثر تیر و کماں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

مشہور ہے جہاں میں نثری رام کی سعادت جسکو رہی مقدم ماں باپ کی اطاعت
اس کو ہی اُس نے سمجھا سب بڑی عبادت اپنی خوشی سے چھوڑے زرتاج جاہ و جہنمت
اپنے پتی کی سانحہ ہر دم ہے ہندو ناری
رکھیر تھے جہاں پر ستینا و ماں پیدھاری

اس بات کا گواہ ہے سارا جہاں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
تھرا اٹھتی تھی جس سے انگریز کی حکومت ہے یاد ہم کو اب بھی بھگت سنگھ کی شہادت
گاندھی پیل نہرو کی بے مثال عزت ورنہ میں ہم نے پائی جب وطن کی دولت

اپنے وطن کی خاطر دی جان شاستری نے
قائم رکھی وطن کی یوں شان شاستری نے

اتنا کھانیک طبیعت وہ ہیراں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

ناتک نے درس وحدت ہم کو یہاں پڑھایا گو تم بکیر میزوں نے پریم راگ گایا
رشیوں نے وید امرت سنسار کو پلایا بدھوں جو پڑے تھے ہم نے انہیں جگایا

علم و ہنر میں ہم سے بڑھکر نہیں تھا کوئی
دھرم اور گیان میں بھی برتر نہیں تھا کوئی

سارے جہاں کے ہم تھے سارا جہاں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
بھوئی نہیں جہاں کو پر تپ کی شجاعت شروں نے جھدر کی اداں باپ کی اطاعت
رام اور لکھن کی الفت بھری نام کی سعادت دیانند کی حق پرستی اور نعرہ صداقت
نختہ دار پر بھی ہنس ہنس کے بھول جانا

اتنا تھا دلش پریمی پیرو جواں ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
دیکھا ہے آپ نے کیا کشمیر کا نظارہ؟ جمنائی سر دہریں گنگا کی مہنیہ دھارا ؟
پریت ہمالیہ کا ہے منتری صمدار بھارت کا ذرہ ذرہ کشت حسین پیارا

بڑھکر ہشت سے ہے ہندوستان کی دھرتی
ایسی نہیں کہیں بھی سارے جہاں کی دھرتی

دلکش ہے دلربا ہے ہندوستان ہمارا سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
بیس کو جس طرح ہے ناز گلستاں پر اور گلستاں کو جیسے ہے ناز باغباں پر
اور ملٹری کو جیسے ہے ناز ہرجواں پر خوشدل ہے ایسے نازاں ہندو دھرم کی شاں پر
مرنے سے پہلے ہوگی خواہش یہ اپنے من میں
رکھ دے ذرا سی کوئی خاک وطن کفن میں

ہر جنم میں وطن ہو ہندوستان ہمارا ؟ سارے جہاں سے

(جملہ حقوق بحق ہری چند خوشدل ایم اے (سونی پتی) محفوظ ہیں)

قابل قدر تصانیف موتیوں سے تولنے والی روحانی کتابیں مصنفہ شری بھاگ مل جی سائینی۔

پیر بھو کے ساکھشات درشن امر جیون اور آتمک جیون سے پہرہ ور ہونے کے لئے اس بھول
کتاب کا ضرور بالضرور مطالعہ کیجئے جو اندرونی آنکھ کھول کر ہر طرف
ساکھشات بھگوان کے درشن کراتی ہے جہاں بڑے بڑے لیے پڑے لیکچر اپڈیشن فیل ہو جاتے ہیں اس کتاب کی تعلیم
سے برسوں کے بھونے بھٹکے صحیح اور سچی راہ پر آجاتے ہیں قیمت ایک روپیہ (Rs. 1/-)
تقدیر و تدبیر کا ایکسرے کھینچنی ادنیٰ قیمت تبدیل کے شادمانی اور کامرانی کا مجسمہ اور زندگی کے ہر شتافہ انہما میں اور مسکراہوں

منگالے کا پتہ:- دفتر سالہ اوم اندرون امیری گیٹ دہلی ہنس

پیر بھو کے ساکھشات درشن کا ضرور مطالعہ کیجئے

COW: an American view

To the Editor The Indian Express

گمو

ایک امریکن کے وجہ سے

خط بنام ایڈیٹر انڈین ایکسپریس نئی دہلی ۵/۶/۶۷ء شری مدن لال کھٹری

مہودے۔ حال ہی میں اخبار نیویارک ٹائمز میں ایک مضمون بعنوان "بھارت کے سادھو" سچائی کو پاتے والوں کی کھوج میں "پھپھاتا۔ اس مضمون میں سادھوؤں اور گمو کے بارے میں بہت ہی نا سمجھی برقی گئی۔ شہری خوشنونت سنگھ نے اس معاملہ کو غلط بیان کیا ہے۔ اور وہ خود مانتے ہیں کہ ان کا درشتی کون سادھوؤں کے وپریت ہے اگر نسبتاً کسی کم متعصب شخص نے لکھا ہوتا۔ تو ہم امریکنوں کو اس وشے یعنی بھارت میں گمو اور اسکی رکھشا کے بارے میں سادھوؤں کے اندونکی تصویر کا دوسرا ہی روپ دیکھنے کو ملتا۔

بہت ہی پراچین سسے سے ہندو مانس آہاری نہیں ہیں۔ پراچین سسے سے ہی گمو بھارت ورش میں ایک دھارماک اور پوتر شکتی کا برتیک رہی ہے۔ کیا اس سچائی کو ماننے میں کوئی کھٹائی ہے؟ شاید آج کے ناستک اور مادہ پرستی کے میاک میں ایسا سمجھنا مشکل ہے کہ دھارماک نیوں پر پابند۔ کھلوان کے اُپاساک اور ایشور پراپتی کے لئے اوجھیا اُصولوں پر گامزن لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

ہندو لگے۔ کو ایک مانا کا درجہ دیتے ہیں۔ گائے ہمیشہ شانتی اور امن کا چنیہ تھی۔ رہی ہے۔ اور کھلوان کرشن سرو شکتی مانا سویم ایک گائے چرانے والے لڑکے کے روپ میں اور اس سے پیار کرنے والے کے نام سے مشہور ہیں۔ کیا یہ سب کھانا وناش ملی کی دیوی پر چڑھا دی جاویں۔ یہ کھانا وناش ہندوؤں میں بہت لگوں سے پائی جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ خوشنونت سنگھ کہتے ہیں کہ یہ حال ہی کی پیدا شدہ ہیں۔ شاستروں (ویدوں) میں جو کہ پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ پُرانے ہیں، صاف صاف شبدوں میں گمو مانا کو مارنے کا درودھ اور کھنڈن کرتے ہیں۔ جو منش کو دودھ دیتی ہے۔ شاستروں میں بتایا گیا ہے کہ ہماری سات پرکار کی مائیں ہیں۔ ۱۔ ماما جو ہمیں جنم دیتی ہے۔ ۲۔ گورو کی تپنی۔ ۳۔ برہمن کی تپنی۔ ۴۔ رانی۔ ۵۔ گائے۔ ۶۔ نرس (جو ہماری بیماری میں دیکھ بھال کرے)۔ اور ۷۔ دھرتی ماما۔ ویدوں اور دھارماک اُصولوں کو تیاگ دینے کی بجائے کیوں نہ دوسرے ملکوں سے اپنی کھائے۔ جیسا کہ امریکہ ہے جو کہ اپنا فالتو اناج پھینک دیتے ہیں۔ لوگ۔ مسٹر خوشنونت سنگھ جیسے آدمیوں کے اُصولوں کو کیوں مانیں۔ جو بذات خود پرانی روایات کے مخالف ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دھارماک گرنتھوں کی سیکھ کو مائیں اور اُس پر عمل کریں۔ اس سیکھ پر جو کہ ہمیں سرو شکتی مان کھلوان کی دین ہے اس کے سچے اور پوتر بھکت نہیں نہ کہ ناستک اور شیطان لوگوں کی پیروی کریں۔

اب جبکہ انگریز بھارت سے چلے گئے ہیں اور بھارت سرکار جنتا کی سرکار ہونے کے دعوے کرتی ہے۔ پچاس فیصدی ادا رتی جنتا ہندو ہے اور گائے کو متبرک سمجھتی ہے۔ (اور سمجھنا چاہئے بھی)۔ کیسے ایسی سرکار جنتا کی سرکار ہو سکتی ہے۔ جو کہ اپنے

لوگوں کی مان مہتو پورن بھارتوں کو بچل رہی ہے۔ ۴۔ ایسا کہتا کہ لوگوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے کے لئے گائے کے گوشت کی اوشکتا ہے، کوئی دلیں نہیں ہے + یہ دلیں بے معنی اور بالکل غلط ہے۔ کیونکہ عقل یہ کبھی نہیں مان سکتی، کہ بھوکے لوگوں کو جو کہ مانس آپاری نہ ہوں انہیں سبزلیوں۔ اناج اور پھلوں کی بجائے گائے کا گوشت دیا جائے + جب ایک آدمی روٹی مانگتا ہے تو اُسے آپ بچھ نہیں دیتے۔ جہاں تک گوشت خوروں کا تعلق ہے۔ وہ دوسرے جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ گائے کا قتل بھوکے لوگوں کی بھوک مٹانے کے لئے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اُس سے مشینیں وغیرہ منگوانے کے لئے گائے کی کھالوں کو زرمبادلہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے +

بھارت کی سرکار جو کہ ہندوؤں کی سرکار خیالی کیجاتی ہے کیوں ناشاک اور اسرمی پر کرتی کہ لوگوں کی دھار دھارا پر چلے + اسکی بجائے یہ کیوں نہیں جہاں سادھو راجہ پر یکیشٹ کی مثال کی پیروی کرتی + شرمید بھاگوت میں لکھا ہے کہ راجہ پر یکیشٹ خود گنو کی رکھشا کے لئے دُشٹ و لکیتی گنو کو بہت بُری طرح سے پیٹ رہا تھا۔ ہمارا راجہ نے اس وکیتی کو قریب قریب ہی دیا تھا جو کہ گنو کو پیٹ رہا تھا۔ اور اس سے یوں کہا۔ ارے دُشٹ۔ تمہیں یہ جرات کیا اس لئے ہو گئی کہ بھگوان کرشن اور ارجن جیسے پرتاپی راجہ اب نہیں رہے کہ تم اس معصوم، بچاری گنو کو مار رہے ہو۔ تم ایک بے قصور کو مار رہے ہو اس لئے بران دند کے ادھیکار ہو + اے گنوتا۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں ڈرنے کی کوئی اوشکتا نہیں۔ ایسا کوئی بھی پرانی جو کہ نظام بے کس اور محتاج جیوں کو سنانے کا دوشی ہو چاہے وہ کیوں نہ دوسرے بھومندلوں کا باسی ہو، میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا اور میں اُسے ناش کر دوں گا۔ آرتھرمید بھاگوت۔ ستارھویں ادھیائے کا پہلا اسکندھ۔

بھارت سرکار کیوں نہیں ہمارا راجہ پر یکیشٹ کے نقش قدم پر چلتی ؟

ایک امریکن ہونے کے باطن میں بھارت مانا کو روحانی پریرنا دینے والی اور پتھ پر درشتک مانتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ امریکن لوگ کافی حد تک ناشاک اور مادہ پرست ہو چکے ہیں۔ اور اس لئے وہ سنسار میں تشدد کی راہ پر گامزن ہیں۔ لیکن بھارت ورش اس غلط راہ میں کیوں ان کا شریک ہو۔ ؟۔ یہ ٹپھکرتے تھے بہت دکھ ہوتا ہے کہ بھارت ورش میں دھارما اصولوں اور نیموں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اس کا اثر کیا ہو رہا ہے۔ اس بارے میں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کا رن یہ ہے کہ بھارت ورش اپنے دھارما اصولوں کو تلافی دے رہا ہے۔ اور ایشوری و چار دھارا کم ہو رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ بھگوان کرشن بھارت ورش اور اس کی سرکار سے اُنکے ادھرمی ہونے پر ناراض ہیں۔

ہاورڈ۔ ایم۔ ویلر
نیویارک (امریکہ)

HOWARD M. WHEELER
NEWYORK (U.S.A)

25/1/67

گورونانک صاحب تو فرماتے ہیں۔ دیکھی ایکارے رینا دن باپاں بھاری ہوئے۔

وڈا باپ گنو بدھ ہے۔ جس پر ساری لوئے

لیکن دھارما تعلیم سے بے بہرہ ایک کھٹری خوشونت نے گنو کھشا اور سادھوؤں کے برخلاف امریکن اخبار میں مضمون شائع کر کے

ہندو دھرم کا سروناش نہ کرو

(شری۔ کے۔ ایم منشی کے وچار)

آج کے سکول اور کالج
اجلاقی دھماک اور روحانی
آدرشوں سے بیگانہ ہو چکے
ہیں۔

سنسکرت، امیروں، حکومت
اور دھرم پر اعتقاد رکھنے والے
لوگوں کا سہ پرستی سے محروم

ہندو دھرم سے مراد محض ہندوؤں کا مذہبی نظام اس کے اصول اور مذہبی رسوم ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد بنیادیں قدریں بھی ہیں جو
نسل بہ نسل ہمارے مجلسی، اخلاقی اور روحانی طریق زندگی پر اثر انداز ہوتی رہی ہیں۔ اس دھرم کو ہندو دھرم کا نام دیا گیا ہے لیکن وہ قدیم
فطری دھرم ہے۔ ایسا دھرم جو سچا اور زندگی بخش ہے۔

ہندو دھرم کسی زمانہ کے کسی خاص وقت شروع نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی خاص شخص نے رکھی ہے۔ وہ شروع سے ہی چلا آ رہا ہے
اس لئے کہ وہ عالمی دھرم ہے اور کسی علاقہ میں محدود نہیں۔ بنی نوع انسان کا جو فرد پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوگا ہندو دھرم سے تعلق رکھتا ہے بشری
کے آغاز سے ہی ہماری پراختیائیں ساری دُنیا کے لئے رہی ہیں ہندو دھرم میں وہ جوش اور ولولہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جب بھی
اُسے چیلنج کیا گیا تو اس نے ایک تخلیقی طاقت کو بڑھایا اور وہ فتح مند اور کامراں ہوا۔

ہندو دھرم کی نشو و نما یونان اور روم کی تہذیبوں کے عروج سے بہت پہلے ایک طریق زندگی کے طور پر ہوئی اور اس کا ایک مخصوص
سوشل اور اخلاقی پس منظر تھا۔ یونان اور روم کی تہذیبیں آج عجائب گھروں کی زینت بن چکی ہیں لیکن تاریخی ابتدا اور مصائب کے باوجود ہندو دھرم
آج بھی پہلے کی طرح پوری شادابی کے ساتھ موجود ہے۔

یہ بات اہمیت تجویز ہے کہ ہندو دھرم ہر زمانہ کے تعلیم مجلسی اور سیاسی انقلاب نیز علاقائی حملوں کے باوجود ہزاروں سال سے
زندہ ہے۔ ہندو دھرم نے ان چیلنجوں کا کس طرح مقابلہ کیا اور اپنے آپ کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھالا۔ وہ اس امر کی واضح شہادت ہے
کہ اس میں داخلی طاقت ہے اور نہ ختم ہونے والی قوت اور جوش ہے۔

جدید ہندو دھرم کا پیغمبر۔ شنکر آچاریہ۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ اٹھویں صدی میں جبکہ ہندوستانی تہذیب و تمدن میں
انتشار پیدا ہوا تو ہندو دھرم نے اس چیلنج کا کس طرح مقابلہ کیا۔ کرم کا مذہب جو روحانی قدروں کو پس پشت ڈال کر قربانیوں پر زور دیتا تھا شکی مت
اور بودھ مت وغیرہ سے ہندوستان میں انتشار پیدا ہوا تھا اور تہذیب کو مسموم ہے کہ شنکر جھگوت۔ اٹھے اور انہوں نے ہندو دھرم کو ایک
تازہ قوت بخشی۔ انہوں نے زندگی کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا۔ بارہ سو برس گزرنے کے بعد ہماری زندگیوں پر انکا اثر باقی اور حاوی ہے۔
شنکر جھگوت پد نے جو زندگی گذاری اور جو کامیابیاں حاصل کیں اس پر اکثر حیران ہوتا ہوں۔ ۳۲ برس کی چھوٹی سی عمر میں انہوں نے معجزہ کیا۔ انہوں نے
مختلف مت فرائض کے اثر و رسوخ کو زائل کیا اور ہندو دھرم کو مضبوط بنیادوں پر قائم و برقرار کیا۔ انہوں نے ملک بھر میں سنیاس اشرم قائم کئے اور پھیلے
وہ ایک کوئی۔ گورو۔ رفیاد مرادو فلاسفر تھے۔ وہ معجزہ دکھانے والی طاقتوں کے ایک روشن دماغ یوگی تھے۔ انسانوں میں انکی نظیر ملنا بہت
مشکل ہے۔ ان میں بیک وقت دو ایسی خوبیاں تھیں جو ایک دوسرے کے الٹ ہیں اور جن کا ایک ہی شخص میں اکٹھے ہونا ناممکن ہے۔ یہ دونوں خوبیاں
اور روحانیت کی تھیں جو کہ ہم میں الگ الگ پائی جاتی ہیں۔ آج ہندو دھرم میں جو قوت پائی جاتی ہے اُس کے لئے ہم شنکر آچاریہ کے

احسان مند ہیں۔ انہوں نے مختلف مذہبی خیالات کو یکجا کیا اور ویراگ اور بھگتی کی عظمت اور برتری کو قائم کیا۔
جھٹ دودھم لافانی ہے۔ ہندو مت کو اس قسم کے چیلنج کا سامنا ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی میں درپیش ہوا۔ مسلمان بادشاہوں
کے عہد میں ہندوؤں کو عموماً ایک گھٹیا تس کے افراد تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے پوجا استھانوں کی بے حرمتی ہوتی تھی۔ ان کے شیکشا کنیدرتباہ
کر دیئے گئے۔

مثال کے طور پر دیشنور مندر (کاشمی) اور سوم ناٹھ مندر کو ۱۲۲۰ء سے ۱۲۸۰ء تک کے عرصہ میں کئی بار
تباہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ اس مندر کو اس حد تک مسما کر دیا جائے کہ اس کی مرمت بھی نہ ہو سکے۔ اس ظلم و ستم کے باوجود
ہندو مت نے حیران کن طاقت کا ثبوت دیا۔ ان سات سو برسوں میں جب بھی سوم ناٹھ مندر کو تباہ کیا گیا۔ اس کو تعمیر کرایا گیا اور اسکی
باصنی کی شان و شوکت کو ایک بار پھر بحال کر دیا گیا۔ آخری بار سوم ناٹھ مندر کو ۱۹۵۰ء میں اس کی پہلے جیسی عظمت دی گئی۔ جبکہ سورگیہ ڈاکٹر
راجیندر پریشاد نے مندر میں سوم ناٹھ کی مورتی سے تھاپت کی۔

اسی طرح اگرچہ ابراہیم لوجی نے ہندوہویں صدی میں برہما بن کو بری طرح پامال اور برباد کر دیا تھا۔ لیکن کرشن بھگتی کو دبائے نہ دیا
جاسکا اور پوری ان بان اور شان و شوکت سے فرخ مند اور ظرف یاب ہوئی۔ بھگتی کی ہر سارے ملک میں پھیل گئی اور مشرق میں نادیہ و چتنبیہ
کی جم بھومی سے مغرب میں دوار کا تاک چھا گئی۔ اور ہندوؤں کے تمام پوجا استھان پہلے کی طرح دھرم کے سرگرم کیندر بنے رہے۔
ہندو مت کو ایک بار پھر ہی نسیم کے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جبکہ انگریز نے ہندوستان کو فتح کیا۔ ایک طرف انہوں نے ہندوؤں سے
عیسائی بنائے کے سلسلہ کی حوصلہ افزائی کی اور دوسری طرف مغربی تعلیم کے ذریعہ انہوں نے ہمارے اس اعتقاد کو متزلزل کرنے کی کوشش کی
جو ہماری پرانی روایات میں تھا۔

دھرم کے بغیر زندگی بے کار ہے۔ ہم نے اس چیلنج کو بھی منظور کیا۔ راجہ رام موہن رائے۔ رام کرشن پرم ہنس دیانند سرتی۔
وویکانند۔ شہری آر بندو۔ رمن مہرشی اور مہاتما گاندھی نے ہندو دھرم کو سرجیو ت کرنے کی تحریک کی رہنمائی کی۔ مختلف مٹھوں کے شکر اعجازوں
نے سادھوؤں نے اور اربہ سماج جیسی دھارماک سنٹھاؤں نے ہندو دھرم کو ایک نئی طاقت بخشی۔ اور ہندوؤں میں دھارماک جذبات پیدا ہوئے۔
اب ہندو دھرم کو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے چیلنج کا سامنا ہے۔ ان دونوں چیزوں کی دین شہری زندگی ہے جہاں روپیہ و کامیابی
ہی زندگی کے سب سے بڑے کش ہیں۔ جہاں کوئی مقررہ مجلسی معیار نہیں ہے۔ جہاں سکول اور کالج ایک ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جن میں دی
قدروں کو ہی اہمیت حاصل ہے اور جو اخلاقی دھارماک اور روحانی اُردشوں سے بیگانہ محض ہیں ان کے مندر سنیاس ہیں اور مذہب عیاشی ہے۔
جو پڑھے لکھے لوگ مغرب سے فرسودہ خیالات لیتے ہیں اور وہ یقین کرنے لگے ہیں کہ مذہب اور سائنس میں نظری تضاد ہے۔ یہ جدید خیال
مغرب کا ڈھکوسلہ ہے۔ ہندو دھرم نے اپنے دھارماک سسٹم میں ہمیشہ ہی سائنس کو ایک مخصوص مقام دیا ہے۔ ہم ہمیشہ سے ہی یقین کرتے
آئے ہیں کہ دھارماک اصول اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتے۔ جبکہ وہ ڈھکوسلوں پر مبنی ہوں نیز سائنس اور مادیت ایک انسان کی
دھارماک خواہشات کو پورا نہیں کر سکتی۔

اگر زندگی سے دھرم خارج ہو جائے۔ بہت سے پڑھے لکھے لوگ جو کہ مغرب کی شان و شوکت سے متاثر اور مسحور ہیں۔ سمجھتے
ہیں کہ دھرم برائیوں کا منبع ہے یا کم سے کم ایک اچھی اور خوشگوار زندگی کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان سے کہوں

اس مسئلہ پر غور و خوض کریں۔ اگر ہماری زندگی میں سے دھرم کو خارج کر دیا جائے تو کیا ہوگا؟ اگر رامائن اور مہا بھارت کو ہم جھٹلا دیں تو ہماری زندگی میں کیا رہ جائے گا؟ اگر ہماری زندگی میں سے شری کرشن اور بھگوت گیتا کو نکال دیا جائے تو کیا باقی بچے گا؟ اگر ہماری دھارمک رسوم پر رخصتاؤں کو جو کہ ہماری زندگی کو پائیداری بخشتی ہے ترک کر دیا جائے اور اگر لاکھوں مندروں کو جہن میں ہمارا صدیوں سے اعتقاد رکھا ہے تباہ کر دیا جائے تو ہمارا کیا بنے گا؟

اگر ایسا ہو جائے (جیسا کہ دھرم میں کٹرے نکالنے والے چاہتے ہیں) تو تمام برائیاں قائم رہیں گی۔ تنگ دلی۔ نفرت۔ خود غرضی۔ لالچ اور لڑائیاں۔ الغرض ہر وہ چیز جس کے لئے بڑھ چھ لکھے لوگ دھرم کو ذمہ دار گردانتے ہیں قائم رہیں گی اور اس صورت میں ہم ترقی اور نیکی کے اثرات سے محروم رہ جائیں گے۔

زندگی سے لطف حاصل کرنے کے لئے ذرائع بہت بڑھ گئے ہیں لیکن قیمت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس کے باوجود خوشی اور مسرت میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا واحد منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خوشی اور مسرت لانے کا جو سب سے بڑا عنصر ہے وہ دھرم ہی سرگرم ہوتا ہے۔ جب تک ہم دھرم کا سرگرم جذبہ اپنے اندر نہیں رکھیں گے۔ پاکبازی اور بے غرضی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے کیونکہ دھرم انفرادی اشخاص اور سوسائٹی دونوں کو پاکیزہ اور پوتر بناتا ہے۔

نئے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمیں اس نئے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا کیونکہ اس وقت تک ہمیں جتنے بھی چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے یہ سب سے بڑا چیلنج ہے۔ دھرم کو ایک نئی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دھارمک کام جدید دنیا کے لوگوں کے لئے باعث اطمینان ہونے چاہئیں۔ ہماری مذہبی رسومات سے لوگوں کا سدھار ہو اور ہمارے دھارمک نشانات اور علامات پر سنا دینے والی ہوں۔

مندرجہ ذیل باتیں چاہئیں اور ان کا ماحول پوتر ہونا چاہئے۔ پیرا تھنا کے وقت جو گیت گائے جائیں۔ وہ روح پرور ہوں۔ ہمارے بچاری و ودان ہوں اور دھرم میں پورا پورا اعتقاد رکھتے ہوں۔ ہمیں کبھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ ہمیں جن چیزوں سے دھارمک اخلاقی اور تمدنی پریرنا ملتی ہے ان کا منہ سنسکرت ہے بدھ متی سے جدید زندگی کی ضرورتوں اور مصلحتوں نے بھارت سرکار کو ایک متن بھاشائی فادمولہ مرتب کرنے پر مجبور کیا ہے جس میں سنسکرت کو کوئی جگہ حاصل نہیں ہے۔ لیکن جس طرح بھی ہو ہمیں سنسکرت کی تعلیم کو فروغ دینا چاہئے۔ کیوں کہ ہندوستان کی یہی سب سے بڑی اور بنیادی زبان ہے۔

یہ دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے کہ سنسکرت زبان راجاؤں۔ گورنمنٹوں اور امیر لوگوں (جنہیں دھرم میں اعتقاد ہی) کی سرپرستی سے محروم ہو گئی ہے۔ لیکن یہ جتنا کا زنا ہے۔ لوگوں کو آگے بڑھنا چاہئے۔ اور سنسکرت کی حمایت کرنی چاہئے۔ ہندو دھرم کو نیا جیون دینے کے لئے جو سرگرمیاں کی جائیں وہ ہمارے قدیم مندروں اور تمدنی اداروں میں ہوں۔ دھرم کو ایک بے جان جسم میں اتنا کی حیثیت حاصل ہے۔

جاگو! آزادی چلی نہ جاتے

آج ۲۶ جنوری کا پوتر دن ہے۔ اپنے اندر بھانکنے کا دن ہے۔ دیش کی یہ درویشا کیوں ہو رہی ہے۔ ۱-۹۔

ہم سمیت میں غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ ہمارا ہر ایک قدم ہمیں منزل سے دُور لے جا رہا ہے۔ ہمارے کانگریسی نیتوں نے غلط سمجھا کہ دیش بھگت ہونے کے لئے ہندو دھرم کو تلافی دینا ضروری ہے۔ افسوس ہم یہ بھول گئے کہ صدیوں کی غلامی کے بعد ہمیں جو آزادی نصیب ہوئی ہے پریشیوں میں اور گوروں کی پیسیا اور ملیکان کا نتیجہ ہے۔ یہ پیسیا یہ ملیکان ہندو دھرم کی رکشا کے لئے ہمت و سنبھل کر تکی کو بچانے کے لئے تھے سوامی و ویکانند جہاں بار بار کہتے تھے اپنے ہندو ہونے پر فخر کرو، وہاں یہ بھی کہتے تھے ”سب ہی دیوتا سوائے پڑے ہیں“ پچاس سال بھارت ماں کی پوجا کرو اپنے دیش کے غریبوں کی سیوا کرو۔ بھوکے اور تنگے لوگ بھگوان کا وارث سو روپ ہیں۔“

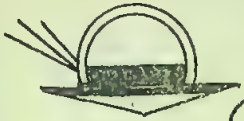
یہ پریرنا انہوں نے پر مہنس رام کرشن سے حاصل کی۔ انہیں سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن دیش کی دشپرائسنوہاتے تھے۔ اور سوامی و ویکانند سے کہتے تھے کہ تم ایڈوکیٹ بننا چاہتے ہو۔ کوٹھیوں میں رہنا چاہتے ہو۔ دیش کی دردناک ایک نظر تو ڈاؤ سوامی و ویکانند پہلے برہم سماج کے تھے۔ بالو کیشپ چندر سین اور برہم سمدھ لے ہندوؤں میں جاگرتی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلم راجہ کے مقابلے میں انگریزی راجہ کو ایک برکت مانتے تھے۔ مہرشی دیانند سرتی نے ایسا ماننے سے انکار کیا۔ انہوں نے کہا، کوئی بدیشی راجہ خواہ وہ کتنا ہی اچھا ہو اپنے راجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پر مہنس دیونے کہا، ”زنجیروں میں جکڑی ہوئی بھارت مانا بلیکان مانگتی ہے۔ غلامی لعنت ہے۔ اریہ بھومی دس بھومی بن کر رہ گئی ہے غلاموں کی بستی، جہاں ساگندھی ہر روز صبح دھرتی مانا کو نکسا کر کاتے تھے وہ مانا پرچن رکھتے ہوئے کشنا مانگتے تھے پھر بھگوان سے پراختضا کرتے تھے، پر بھو! ہمیں اندھیرے سے روشنی کی طرف لے چلو۔ موت سے زندگی کی طرف لے چلو، جہاں تاجی کئی برس ہر روز یہی پراختضا کرتے رہے کسی نے اعتراض نہ کیا کہ یہ فرخ پرستی ہے۔ کانگریس پلیٹ فارم پر بھی جہاں تاجی کہتے رہے کہ میں گتو کی پوجا کرتا ہوں میں ایسے سورا جہیہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا جہاں گوتھیا ہوتی ہو ہمارا دیش آزاد ہو گیا۔ اور ہر سال ہم آج کے دن اس اُمید کے ساتھ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہمارے دیش میں صدیوں کے بعد جو آزادی اور جمہوریت کا راج قائم ہوا ہے وہ چلتا رہے گا۔ لیکن آج دیش میں چاروں طرف انتشار ہی انتشار نظر آ رہا ہے۔ بھاشا فرقے اور صوبہ کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھ کر دل کا پٹھن ہے۔ روز افزوں مہنگائی، بے کاری اور ضروریات زندگی کی نایابی حالت کو زیادہ پیچیدہ بنا رہی ہے۔ جتنا سب کچھ برداشت کر جاتی ہے مگر بھوک اور مفلسی برداشت کرنا مشکل ہے بھارت جہاں بڑھ رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک خوفناک انقلاب کے دہانے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہماری پکار ہے کہ جاگو۔ دیکھو۔ ہماری آزادی خطرہ میں ہے۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچالو۔“

ہندو خاندان

شری سیتہ پرکاش، شری بھگوت گیتا کے فلسفہ عظیم کے ترجمہ اردو میں بہت اصحاب نے کئے ہیں مگر شری مہتاب پرسوری کا یہ منظوم ترجمہ اتنا سلیس اتنا مکمل اور اتنا دلکش ہے کہ ایک بار شروع کر لیتے پر بیچ میں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ قیمت صرف ارٹھائی روپے۔

(ہندی) شری سوامی پری یوژانند جی پورن منگل اشرم رشی کیش والوں کی یہ ہندی کی پری پورن الو بھو لٹک ہر جگہ سو کو منگوانی چاہئے۔ قیمت صرف 75 پیسے۔ پتہ دفتر سالہ ادم جہیہ گیتا

قطعات۔



روایات کہن

از روشن پیٹیا لوی

خاک میں ہم نے ملائی ہیں روایت کہن اپنے ہاتھوں سے کیا نذر خزاں باغ وطن
پیروی کرنے لگے بھول کے ہم مغرب کی کیسے سرباز ہوئے پھوڑ کے مشرق کا چلن

===== مراحل دشوار =====

کئی مراحل دشوار سے گزرنا ہے ابھی تو بحر حوادث کو پار کرتا ہے
بنی ہوئی ہے جو تصویرِ حال مدھم سی حیات نو کا تیس رنگ سہیں بھرتا ہے

===== ثمرہ اعمال =====

تلخی غم نے لیا چھین میرے دل کا سکون اپنی تقدیر کی کس منہ سے شکایت میں کروں
کشتِ دنیا میں جو بویا ہے وہی کاٹو زگا میرے اعمال کا ثمرہ ہے میرا حال زبوں

===== پیامِ کامرانی =====

پیامِ دنیا ہے ہر دل کو شادمانی کا ہنسی کا، لطف کا، ہمت کا، کامرانی کا
ہر اک زباں شکوہ ہے ناامیدی کا بدلنا ہے ہمیں عنوان اس کہانی کا

===== امتحانِ وفا =====

آج دیتا ہے ہمیں اپنی وفا کا امتحان مانگتی ہے مادرِ ہندوستان قربانیاں
جان کی بازی لگائیں گے وطن کی واسطے ہم ہیں ایثارِ مجسم، ہم ہیں بھارت کے جواں

===== شیدائی امن =====

اے پیارے وطن تجھ پر ہم جان لٹا دیں گے آتا ہے ہمیں مژدہ دنیا کو دکھا دیں گے
ہم امن کے شیدائی لڑنے سے نہیں ڈرتے ہر ظالم و جابر کی ہستی کو مٹا دیں گے

نادر شاہ کا حملہ اور دہلی کا قتل عام

(۱) نادر شاہ ایرانی کی سرگزشت جس میں مولوی محمد معصوم علی صاحب نے تالیف کیا:

چیتاؤنی :- گورونامک صاحب نے فرمایا ہے :- ”پریشورتوں بھلیاں ویاپن سبھے روگ“
 راتوں میں بھی لکھا ہے کہ مرگ ترشنا (آپ سُرَاب) کے جل کے پینے سے بھلے ہی کسی کی پیاس بجھ جائے۔ خرگوش کے سر پر بھلے ہی سینک نکل آویں۔ اندھکار بھلے ہی سورج کا ناش کر دے۔ پرتو شری رام سے بھکھ ہو کر جو سسکھ نہیں پاسکتا۔ کچھوے کی پیٹھ پر بھلے ہی بال اُگ آویں۔ بانجھ کا پتر بھلے ہی کسی کو مار ڈالے۔ اکاش میں بھلے ہی اینکوں بھول کھل آویں۔ پرتو شری رام سے بے تحک ہو کر جو کبھی بھی سسکھ پراپت نہیں کر سکتا۔

جب اخلاق کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ لوگ ایشور اور دھرم کو تلاخلی دیکر اپنی من مانی کرنے لگتے ہیں۔ بادشاہ وقت اور اس کے اہلکار رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے۔ روپیہ لوٹتے۔ نرا پروادھ لوگوں کو تنگ کرتے اور پانی رشت اور اتیا چاری لوگوں کو پاپ کرنے کی کھلی پھٹی دیتے ہیں اور انکی ہر معاملہ میں حمایت کرتے ہیں۔ رشوت منانی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ معصوم دلوں کی عزت ٹوٹی جاتی ہے۔ شریف لوگوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہوتی۔ اس وقت قدرت کی طرف سے تہ نازل ہوتا ہے۔ اور ننگ زیب کی متعصبانہ پالیسی سے سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہو چکی ہوتی اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں افسران عیش و عشرت میں ڈرگئے تھے۔ اور حکومت کا وقار ختم ہو چکا تھا۔ اور خندہ گردی بڑھ گئی تھی لوگ ایشور کو بھول چکے تھے۔ اس وقت ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ مولوی محشر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت بہت سے لوگ مضطرب و پریشانی کی حالت میں کسی عارف اللہ (فقیر گوشت نشین کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور کہاں ناز و غرض کیا کہ یا حضرت ہم لوگوں پر قہر آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔ آپ اللہ دعا کیجئے کہ جو خونخوار سفاک نادر کے ہاتھ سے امان ہے۔ اُن بزرگ نے جسرت و افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ :-

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

میاں یہ اپنے ہی اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جو نادر کے ظلم و ستم کی شکل میں سامنے آیا ہے۔
 یہ کئی حالات نادر شاہ کا آنا وغیرہ سوچی چرنداس جی مہاراج نے جو یوگیراج سسکھ دیوجی کے شش تھے قبل از چھ ماہ کہہ دیا تھا
 پریشور کو بھول کر دنیاوی عیش و عشرت میں پڑنے کا آخر نتیجہ تو یہی ہے۔ گورو صاحب کے واک کبھی غلط نہیں ہو سکتے کہ ”پریشورتوں بھلیاں ویاپن سبھے روگ“ ہم بھارت نواسیوں کو دو ہزار سال کے بعد بڑی مشکل سے سوتنتر (آزادی) پراپت ہوئی تھی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس کی کوئی قدر نہیں کی۔ کسی دھاپڑ کے سچ ہی کہا ہے۔ یہ پرکھو ہم ساعت راحت میں تجھ کو بھول جاتے ہیں۔“

قطعات۔

روایات کہن

از روشن پیشالوی

خاک میں ہم نے ملائی ہیں روایت کہن
اپنے ہاتھوں سے کیا تذرِ خزاں باغِ وطن
پیروی کرنے لگے بھول کے ہم مغرب کی
کیسے برباد ہوئے پھوڑے کے مشرق کا چلن

===== مراحل دشوار =====

کئی مراحل دشوار سے گزرنا ہے
ابھی تو بحرِ حوادث کو پار کرنا ہے
بنی ہوئی ہے جو تصویرِ حال مدھم سی
حیات نو کا تئیں رنگ سہیں بھرنا ہے

===== نمرہ اعمال =====

تلخیِ غم نے لیا چھین میرے دل کا سکون
اپنی تقدیر کی کس منہ سے شکایت میں کروں
کشتِ دنیا میں جو بویا ہے وہی کاٹو زکا
میرے اعمال کا ثمرہ ہے میرا حالِ زبوں

===== پیامِ کامرانی =====

پیامِ دنیا ہے ہر دل کو شادمانی کا
ہنسی کا، لطف کا، ہمت کا، کامرانی کا
ہر اک زباں شکوہ ہے ناامیدی کا
بدلتا ہے ہمیں عنوان اس کہانی کا

===== امتحانِ وفا =====

آج دیتا ہے ہیں اپنی وفا کا امتحان
مانگتی ہے مادرِ ہند و ستاں قربانیاں
جان کی بازی لگائیں گے وطن کیوں سطر
ہم ہیں ایثارِ مجسم، ہم ہیں بھارت کے جواں

===== شیدائیِ امن =====

اے پیارے وطن تجھ پر ہم جان لٹا دیں گے
آتا ہے ہمیں مرنے کا دنیا کو دکھا دیں گے
ہم امن کے شیدائی لڑنے سے نہیں ڈرتے
ہر ظالم و جابر کی ہستی کو مٹا دیں گے

نادر شاہ کا حملہ اور دہلی کا قتل عام

(پڑ نادر شاہ ایرانی کی سرگزشت جس میں مولوی محمد معصوم علی صاحب نے تالیف کیا۔)

چیتاؤنی :- گورونامک صاحب نے فرمایا ہے :- ”پریشور توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ“
 راتوں میں بھی لکھ ہے کہ مرگ ترشنا (آپ سُرَاب) کے جل کے پینے سے بھلے ہی کسی کی پیاس بجھ جائے۔ خرگوش
 کے سر پر بھلے ہی سینگانگ نکل آویں۔ اندھکار بھلے ہی سورج کا ناش کر دے۔ پرتو شری رام سے ہمکھ ہو کر جو مسکھ
 نہیں پاسکتا۔ کچھوے کی پیٹھ پر بھلے ہی بال اُگ آویں۔ بانجھ کا پتر بھلے ہی کسی کو مار ڈالے۔ اکاش میں بھلے ہی اینکوں
 بھجول کھل آویں۔ پرتو شری رام سے بے شک ہو کر جو کبھی بھی مسکھ پراپت نہیں کر سکتا۔

جب اخلاق کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ لوگ ایشور اور دھرم کو تباہی دیکر اپنی من مانی کرنے لگتے ہیں۔ بادشاہ وقت
 اور اس کے اہلکار رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے۔ روپیہ لوٹتے۔ نرا پردادھ لوگوں کو تنگ کرتے اور پانی و نشٹ اور اتیا چاری لوگوں کو
 پاپ کرنے کی کھلی پھٹی دیتے ہیں اور انکی ہر معاملہ میں حمایت کرتے ہیں۔ رشوت ستانی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ معصوم دلوں کی عزت کوٹی جاتی ہے
 شریف لوگوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہوتی۔ اس وقت قدرت کی طرف سے تہ نازل ہوتا ہے۔ اور ننگ زیب کی متعصبانہ پالیسی
 سے سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہو چکی تھی اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں انسران عیش و عشرت میں پڑ گئے تھے۔ اور حکومت کا
 وقار ختم ہو چکا تھا۔ اور خندہ گردی بڑھ گئی تھی لوگ ایشور کو بھول چکے تھے۔ اس وقت ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ مولوی
 محشر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت بہت سے لوگ مضطرب و پریشانی کی حالت میں کسی عارف اللہ (فقیر گوشت نشین
 کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور کہاں نادر غرض کیا کہ یا حضرت ہم لوگوں پر قہر آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔ آپ اللہ دعا کیجئے کہ جو خونخوار
 سفاک نادر کے ہاتھ سے امان ہے۔ اُن بزرگ نے حسرت و افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ :-

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

میاں یہ اپنے ہی اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جو نادر کے ظلم و ستم کی شکل میں سامنے آیا ہے۔
 یہ کئی حالات نادر شاہ کا آنا وغیرہ سوچی چرنداس جی ہمارا نے جو یوگ راج مسکھ دیوجی کے شش تھے قبل از چھ ماہ کہہ دیا تھا
 پریشور کو بھول کر دنیاوی عیش و عشرت میں پڑنے کا آخر نتیجہ تو یہاں ہی ہے۔ گورو صاحب کے داک کبھی
 غلط نہیں ہو سکتے کہ ”پریشور توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ“ ہم بھارت نواسیوں کو دھڑا دل
 کے بعد بڑی مشکل سے سوتنترتا (آزادی) پراپت ہوئی تھی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس کی
 کوئی قدر نہیں کی۔ کسی دہائش نے سچ ہی کہا ہے۔ یہ بھوتم صاحب راحت میں تجھ کو بھول جاتے ہیں۔

جب مصیبت آتی ہے تو ہم کھپتاتے ہیں لیکن جب راحت کا وقت آتا ہے تو ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور دھرم کرم کو تنہا بجلی دیکر من مانی کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ موجودہ حکومت کے بیشتر اہلکار اور کارکن دھرم کرم کو چھوڑ چکے ہیں۔ اسلئے 'یتھرا راجہ' تھکاپر جہ، کے مصداق۔ عام جنتا بھی اُنکے نقش قدم پر چلکر اپنی پراچین سہتیہ۔ پراچین دھرم اور اپنی خاندانی روایات کو بالائے طاق رکھکر انسانیت سے بھی دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ فلمی دنیا نے ملک کا ستیا ناش کر کے رکھ دیا ہے۔ سربازاڑے بڑے پوسٹروں اور بورڈوں پر برہمنہ عورتوں اور اُنکے ساتھ غیر مردوں کی تصاویر دکھائی جا رہی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے اور ہمارے موجودہ نیتا یا تو ان تصاویر کو دیکھکر اُنکے پس منہ کر لیتے ہیں یا وہ دیدہ دانستہ وام مارگ کو اس دلش میں دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ سکھوں میں دھرمک تعلیم نہ رہنے سے لڑکے اور لڑکیاں اداس ٹکری میں ہی اپنے خیالات کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ گویا ہمارا آئندہ نسل جس کے کندھوں پر تمام بھارت ورش کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ہی اخلاقی طور پر ختم ہو رہی ہے۔ شوچ پوترتا اور ہندوؤں کی تمام دھرم مریادیں ختم ہو گئی ہیں۔ حلوائی لوگوں نے بترنوں کو سٹی سے صاف کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور گندے پانی سے برتن صاف کر کے قانون حفظان صحت کی بھی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ پوترتا کا خیال تو اب عام جنتا میں ختم ہی ہو چکا ہے لیکن صفائی جو کہ صحت کیلئے نہایت ضروری ہے وہ بھی مفضوود ہو گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

برہماتما کو بھول کر اور دھرم کرم سے رہت ہو کر شکھ اور شانتی کے خواب لینا امر محال ہے۔ دھرم شانتیوں کی تعلیم ایشوری حکم ہے۔ اگر ہم اسکی حکم غدولی کرتے ہیں۔ تو لازمی طور پر ہمیں دکھ اور کشت پہننے پڑیں گے۔ جیسا کہ نادر کے حملہ کے وقت لوگوں نے تکلیفات اٹھائی تھیں۔" (ایڈیٹر)

مولوی محمد معصوم علی صاحب تحشر اپنی کتاب وقائع نادری میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ جس وقت نادر شاہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت سعادت خاں۔ برہان الملک اور قزاقین خاص۔ نظام الملک۔ جو کہ بادشاہ محمد شاہ کے مخالف ہو چکے تھے انہوں نے بادشاہ وقت اور ملک کے ساتھ غداری کی اور بغیر طور پر بادشاہ کو خطوط روانہ کئے۔ جن میں لکھا کہ:- محمد شاہ کا دوبار سلطنت سے بالکل غافل ہے۔ اگر ایسے وقت میں آپ ہندوستان پر حملہ کریں گے تو بہت آسانی سے یہ ملک فتح ہو جائیگا اور آپ کو دولت کا انبار نصیب ہو گا۔

نادر شاہ نے جواب دیا کہ ہمارا انا دشواری نہیں بلکہ سحر۔ محال ہے کیونکہ دریا ہمارے سدراہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے افغانوں اور نیز ہندوستان کے دوسرے جنگ آزمائوں کا مقابلہ کوئی آسان امر نہیں ہے۔ ناصر خاں صوبہ دار کابل اور زکریا خان حاکم لاہور بھی ضرور ہی مقابلہ کریں گے۔ اگر خوش قسمتی سے یہ سب اہم مراحل بھی طے ہو گئے تب بھی افواج شاہی کے مقابلہ پر کامیابی منحصر ہے۔ جو بہت ہی سخت اور دشوار کام ہے۔"

پھر ان دونوں سادش کے پتلوں نے لکھکر اطمینان دلایا کہ آپ کسی امر کا پس و پیش نہ کیجئے جسوقت آپ دیہاتے اٹا سے

عبور کر بیگے۔ اس وقت آپکو ہماری کارگزاروں کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ تمام راستے ان کانٹوں سے صاف ہو چکے۔ وہ حکمت عملی کا جال پھیلایا جائے گا۔ کہ جتنے سہراٹھانے والے ہیں۔ سب اسی جال میں پھنسنے ہونگے اور بڑی آسانی کے ساتھ آپکی تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔

نادر شاہ کو جب طرح سے تسلی ہوگئی تو ایک لاکھ پچیس ہزار سواروں کو مال و دولت کی طبع اور امیدیں دلا کر ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔

سعادت خاں اور قمر الدین نے شیراز خان قلعہ دار کابل اور ناصر خاں صوبہ دار کابل اور ذکر یا خان حاکم لاہور کو بدیں مضمون خط لکھ کر روانہ کئے۔ کہ۔ چونکہ نادر شاہ بادشاہ ایران کو ہندوستان کی ابتر حالت کی پوری پوری اطلاع ہو چکی ہے اور تم کو یہاں سے مدد اور کمک کی بالکل امید نہیں ہے۔ لہذا ایسی حالت میں نادر شاہ سے جنگ کرنا۔ گویا اپنے اوپر سخت مصیبت کا لانا ہے۔ پس تم لوگ مصلحت وقت سے کام لینا۔ اور اس کے ساتھ پرغاش کے بدلے اطاعت اور فرمانبرداری سے پیش آنا کیونکہ جس کے واسطے تم اپنی جان خطرہ میں پھنساؤ گے اس کو (یعنی بہادر شاہ بادشاہ کو) نہ تو تمہاری کارگزاروں جوں جوں فشانوں اور عرق ریزیوں کی کچھ پرواہ ہے اور نہ کسی قسم کی مدد اور نہ جان گنوا نے کا کچھ صلہ مل سکتا ہے۔ بے سود کام سے کیا فائدہ ہے مناسب یہی ہے کہ نادر کی اطاعت قبول کر کے قلعہ حوالہ کر دینا۔

مگر ناصر خان صوبہ دار کابل نے ان قومی غداروں کی باتوں پر دھیان نہ دیکر پندرہ ہزار فوج جمع کر لی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور محمد شاہ کی حضور میں عرض بھیجی کہ نادر کابل لینے کی غرض سے سر پہنچ گیا ہے اور سات برس سے ہماری فوج کو تنخواہ نہیں ملی۔ اور خان بہادر ذکر یا خان صوبہ دار لاہور ایک تجویز پیش کر کے بھیجی۔ اس وجہ سے غلام کو خرچ کی تنگی اور افواج کی پریشانی کماں دھبہ پہنچ چکی ہے۔ لہذا آپ دوبرس کی تنخواہ افواج مرحمت فرمادیں یا خان بہادر صوبہ دار لاہور کے نام حکم صادر فرمادیں کہ جاگیر کاروپہ دیکر دیوے۔ تاکہ تنگئی اخراجات سے مطمئن ہو کر غنیمت کا مقابلہ کیا جائے۔

یہاں سے وہی معمولی سکوت کے سوا کچھ جواب نہ ملا۔ اس پر بھی جیوں تیوں کر کے ناصر خاں چھ مہینے تک۔ نادر کے مقابلہ پر صف آرا رہا۔ آخر کار تنگی خرچ سے عاجز ہو کر لپٹا ہوا۔ اور لڑائی میں مارا گیا۔ نادر کابل پر قبضہ کر کے پشاور پہنچا۔ اور پھر فوج فراہم کر کے درہ خیبر پر مورچہ بندی کی اور محمد شاہ کو چھٹی بھیجی جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

”ضمیمہ منیر حضور پر واضح ہو کہ میرا کابل میں آنا اور اس پر قبضہ کر لینا صرف اسلامی جوش اور آپکی محبت کا باعث ہے۔ تمام تواریخیں ایسے واقعات سے پُر ہیں جن سے ہمارے یہاں کے بادشاہوں اور آپ کے آباد اجداد میں اتحاد دوستی اور یک جہتی کا صاف اظہار ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ سے آپ کے مشہور خاندان تیموریہ کا دوست تھا اور ہوں اور رہوں گا۔“

یہ چھٹی بھیج کر نادر اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور ٹاک پر قبضہ کر لیا۔ پھر رہتاس گڑھ کا قلعہ لے لیا۔ اور وزیر آباد تک آ پہنچا۔ حاکم وزیر آباد نے مقابلہ کیا لیکن نادر کی فوج کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا۔ اور وہاں حکم نادر سے بجا پری رعایا کا قتل عام ہوا۔ نادر آگے بڑھا اور شاہ گنج میں جو لاہور سے قریب اور دریائے راوی کے اُس پار ہے۔ اپنے مورچے قائم کئے۔ ذکر یا خان صوبہ دار لاہور نے قلعہ سے بھلکر دریائے راوی کے کنارے اپنے پڑاؤ ڈال کر دریا کی کشتیاں

میں کر لیں۔ نادر شاہ ڈیڑھ چھینے تک عبور کرتے کی ادھیڑ میں رہا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک روز ایک (دیش گھاتاک) قومی غدار زمیندار نے شاہ کے پاس آکر پایاب دریا کا منہ غ بتایا۔ چنانچہ اسی پتہ پر نادر اپنی فوج سمیت اُس پار اتر آیا۔ ذکر یاخاں مقابلہ کو تیار ہوا۔ اور ایک ہفتہ تک توپوں سے لڑائی ہوتی رہی۔ مگر جب دہلی سے کوئی کمک نہ پہنچی۔ تو مایوس ہو کر مولوی عبد السلام کے ذریعہ پیغام صلح بھیجا۔ اور نادر نے صلح منظور کر لی۔ نادر شاہ نے شالامار باغ لاہور میں ایک چھینے قیام کیا۔

تاریخ داں لکھتا ہے۔ کہ۔ "افسوس صد ہزار افسوس محمد شاہ کے غفلتوں کی کوئی حد نہ تھی۔ نادر شاہ ہندوستان میں ہر ایک جگہ پر قبضہ کرتا ہوا چلا آتا ہے اور یہاں عیش پرستی کا برا ہو کہ کانوں پر جوں تک نہیں سنائی۔ نادر ایسے زبردست خونخوار دشمن کا سامنا ہے جو اپنے گھر میں گھسٹا چلا آتا ہے اور آپ کو عیش و نشاط سے فرست نہیں دیتے۔ کیسے غفلتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ذرا بھی آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہونے والا ہے۔ اب جاگے بھی تو اس وقت جب بقول شخصے۔ سہر پر گولہ پچھٹا۔ آنکھ کھلی تو طوفان بلا کے طلائم میں پڑے ہوئے پھیلے کھائے ہیں۔ لاکھ لاکھ ہاتھ پیرا رہتے ہیں۔ مگر بے سود۔ پانی سر سے سوانیزہ پر گزر گیا۔ ایسے ڈوبے کیا کہیں ابھرتے ہیں۔ دشمن چھاتی پر سوار کلا گھوٹنے کو موجود ہے اور ہنگام عالی حضور پر تو خواب ناز میں استراحت فرما رہے ہیں۔"

آج ہمارے دیش میں کیا ہو رہا ہے؟ لوگ بیس سال سے چلا رہے ہیں کہ سکولوں میں بچوں کو دھارماک تعلیم دو انکے اندر دیش بھگتی پیدا کر دے لیکن ہمارے رہنماؤں سے مس نہیں ہوتے۔ اور کاجوں کے لڑکے ہی پریس اور فوج کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔ ان لڑکوں کو چین اور روس کی تواریخ تو یاد کرائی جاتی ہے لیکن ہمارا نہ پرتاب شو جی۔ وغیرہ اور اپنے دیش کا صحیح اتھاس دیدہ دانستہ پڑھایا نہیں جاتا۔

چین اور پاکستان جیسے ظالم دشمن سرحدوں پر کھڑے ہیں لیکن ہمارے ہاں فلموں کے ذریعے برہنہ عورتوں اور مردوں کو عیش و عشرت کرتے دکھایا جا رہا ہے۔ ریڈیو پر فحش اور اخلاق سوراگنے سنائے جاتے ہیں۔ (متوالی نار ٹھٹھک ٹھٹھک جاتی ہے) راؤن کی طرح دھرم اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر سدا چار اور اپنی پراچین تمام دھرم مریداؤں کو نسبت دیا دیا جا رہا ہے۔ آج دیش کے چھوٹے سے چھوٹے بچے کی زبان پر فحش فلمی گیت گائی دیتے ہیں۔ اور مصوم لڑکیاں بھی ناچ رنگ اور ایکس بننے کی خواہش مند ہیں۔ کوئی سیتا سواتری اور اُنسو بیا بننے کیلئے تیار نہیں۔ جب ملک کے اخلاق کی یہ حالت ہے۔ تو ہمارا خدایا ہی مافظ ہے۔ چین بھوٹان کی سرحدوں میں گھس رہا ہے۔ اور کیا پتہ کہ چین اور پاکستان ملکر کب بڑا حاکم رہے۔ پاکستان نادر شاہ کی نیکی کو اپنا کر ظاہر تو صلح کرنا چاہتا ہے لیکن اندر اندر جنگ کی زبردست تیاری کر رہا ہے۔

خبردار! کوئی بیدار نہ کرے۔ بادشاہ کے آرام میں فرق آتا ہے۔ اگر جاگے بھی تو مینا بازار کی زہرہ جبینوں کے مشنری ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں! کابندر نچا رہے ہیں۔ مصرعہ۔ بین تفاوت رہ از کجاست تابجا۔ آہ! انہیں کرتوتوں سے آج

ایوان شاہی میں بکھیرا رہا ہے۔

الغرض نادر ڈیڑھ مہینے میں کوچ مقام کرتا ہوا سرسبز تپ پہنچ گیا۔ اب بادشاہ سلامت محمد شاہ بہادر فلک رفعت کو خبر ہوئی۔ گھر اکڑ کھٹے سامان جنگ کی سوچی۔ امراء دولت کی یاد آئی۔ ادھر ادھر سے ایک ایک کو طلب فرمانا شروع کیا۔ ۲ جنوری ۱۷۳۹ء کو افواج قاہرہ اور تونجناہ باہرہ اذہر ہست کچھ میگزین سامان جنگ آگاہ ہو کر بارغ شالار دہلی میں پہلا مقام کیا۔ نظام الملک جس کا یہ تمام طوفان بے تمیزی اٹھایا ہوا تھا اپنے سپاہیوں کو بزدل بنا رہا تھا۔ بظاہر فوج کا خیر خواہ بن کر ان سے کہتا تھا۔ میں کسی طرح تمکو بغیر لڑے بھڑے بجائے لاتا ہوں۔ ایسے خوشخوار دشمن کا منہ ہاراسا منہ کھوڑا ہی ہونے دوں گا۔ ناحق تم لوگوں کا خون کراؤں یہ میرا کام نہیں۔

۴ جنوری کو خود بادشاہ فوج میں داخل ہو گیا۔ اور ۵ جنوری کو بادشاہی سکیم سے فوج مجبور ہو کر کوچ کرتی ہوئی مقام کرنال پہنچی۔ نادر شاہ مقام تلادری پر اپنا کیمپ لگائے ہوئے تھا۔ اپنی فوج کو بوش دلارہا تھا۔ سعادت خاں نادر شاہ کو سب بھید کھج رہا تھا۔ فوجوں میں کئی دن تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ نادر شاہ نے سعادت خاں کو ہٹا کر کہا ہے "دیکھو تم ہمارے ملائین کے رہنے والے ہو لہذا تم ایسی تدبیر نکالو کہ باہم صلح ہو جائے۔ سعادت خاں نے اپنے دست خاص سے باہم مضمون لکھ کر نظام الملک کے پاس بھیجا۔ "نادر شاہ سے جنگ کرنا میرے خیال میں بالکل مناسب وقت نہیں ہے۔ کیونکہ لڑنے میں سوائے اس کے کہ دونوں اطراف کے مسلمان یونانی مارے جائیں اور کوئی نتیجہ نہیں۔ نادر شاہ کو میں نے بہت معقول طرز سے سمجھایا اور صلح کے واسطے بالکل رضا مند کر لیا ہے۔ اگر نواب صاحب اس حقیر کے پاس تشریف لائیں تو نادر شاہ کو باہمی اتفاق سے مستورہ کر کے ہمیں سے رخصت کر دیں۔"

ادھر تو یہ رقعہ روانہ کر دیا اور ادھر نادر کے کان میں بھونک دیا کہ نظام الملک کو جہنم قوت یہاں آئے فوراً گرفتار کر لیجئے۔ کیونکہ سوائے اس سحرار کے اور کسی میں انعام نہیں ہے کہ حضور کے مقابلہ میں آمادگی ظاہر کر سکے۔ نظام الملک نے اس رقعہ کے پہنچنے پر بادشاہ سے اجازت حاصل کی اور عظیم الشان کوہز لے کر سعادت خاں کے پاس چلا آیا اور وہ دونوں نادر شاہ کے دربار میں حاضر ہو کر چھ گھنٹے تک بٹھرے۔ اثناء گفتگو میں نادر نے اس کو حراست میں کر کے حکم دیا کہ اگر تم اپنے بادشاہ کو ہمارے پاس لے آؤ تب تو تمہاری جان بخشی ہے ورنہ تمہارا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ نظام الملک نے عرض کیا کہ میں اپنے بیٹے فیاض الدین خاں کو آپکی حراست میں بھجوتاروں اور خود جا کر بادشاہ کو کھینٹنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

چنانچہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو حکمت عملی سے نادر شاہ کے ساتھ صلح کرنے کی پیش کش کی اور بادشاہ کو ساتھ لے کر وہ نادر کے خیمہ تک پہنچے۔ نادر نے بادشاہ کا پرتیاق بیتر مقدم کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ سہری باتوں کے بعد نادر شاہ نے تقریر شروع کی۔

"بہت بڑی جرات اور تعجب کا مقام ہے کہ آپ ایسی وسیع مملکت پر حکمران رہ کر اس قدر غافل اور خود فراموش ہو گئے ہیں کہ آپکی خدمت میں کئی ایچی بھیجے مگر آپ کے وزیر نے ایک کا بھی جواب ارسال نہ کیا اور آپکو مطلق خبر نہ ہوئی۔ بلکہ دربار میں

قریب ایک ایچی کو جو آپ کے پاس سفارت لئے ہوئے آ رہا تھا۔ باغی راجپوتوں نے مار ڈالا۔ اسکی آپ نے بالکل پرواہ نہ کی اور ان باغیوں کو کچھ بھی سزا نہ دی۔ یہ بات آئین ملک داری کے بالکل خلاف ہے۔ جب خود میں آپ کے ملک میں آیا۔ تب بھی آپ غافل رہے اور بھٹو لے سے بھی نہ چونکے اور یہ بھی نہ پوچھا کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں لاہور میں داخل ہو گیا۔ اس وقت بھی آپ کو سلام و پیام بھیجا۔ لیکن آپ نے سلام و مزاج پرسی کا جواب تک نہ دیا اس کے بعد جب آپ کے اُترے دولت خراب غفلت سے اچانک چونکے بھی۔ تو اُس وقت غفلت کے خمار میں ذرا تے صلح کرو کا مگر میں تو اپنی ملاقات کا قصد مصمم کر کے چلا تھا۔ ایسے ایسے معوی لوگوں کے وکے کب حرکت کرتا تھا۔ جب میں قریب پہنچ گیا تو ان سمجھوں نے آپ کو ابھار کر میرے مقابلہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ جب آپ مقابل ہوئے تو وہ نہ تھکتا ہی ہو قوتی سے اپنے مورچوں کے اندر محفوظ بلکہ خود محصور ہو کر بیٹھ رہے۔ اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اگر آپ کا دشمن شجاعت و قوت بشکیر اور بہمت میں آپ سے زیادہ قوی ہوگا تو وہ اگر ہر جہاں طرف سے گھیر لے گا۔ اُس وقت آپ کو بغیر دانہ پانی کے ٹھہرا دنا شروع ہو گا۔ اگر وہ دشمن آپ سے اپنی قوتوں میں کمزور بھی ہو تو بھی یہ امر محض فضول اور بربادی کے مقام ہے کہ وہ آپ کا محاصرہ کر کے آپ کو مصیبتوں میں پھنسا دے۔ یہ بھی کوئی عقلمندی کی بات نہ تھی کہ اپنے تمام لشکر اور کل افسران فوج کو پہلے ہی تھے پس لا کر کھڑا کر دیا۔ آخر ہی نادانی کا ثمر اُٹھایا۔ پھر جب سب طرح آپ مصیبت کے جال میں پھنس چکے تھے تب بھی میری نیک نیتوں پر غور کیجئے کہ میں نے مینیم صلح بھیجا۔ اس پر ہی آپ طفلانہ غرور اور بوقوفانہ ارا دونوں سے ایسے پھولے اور بھولے بیٹھے تھے کہ میری باوقار و بڑی قوت۔ ذی عزت و تجاویز کو سماعت نہ کیا اور اپنی عقل سلیم سے کام نہ لیا۔ علاوہ اس کے آپ کے باجبروت آبا و اجداد (بزرگ) تمام کا نشان سے جزیرہ لیا کرتے تھے اور آپ نے پست مہمتی سے اپنے زمانہ سلطنت میں خود ان کو خراج یعنی چوتھ دینا گوارا کر لیا۔ اور اپنی وسیع سلطنت کو ان میں برس کے عرصہ میں بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ مگر اس آپ سے سلطنت چھین لینا نہیں چاہتا۔ مگر کیا یہ تخت دہلی تک جاؤں گا اور چند روز فوج کو آرام پہنچانے کی غرض سے وہاں ٹھہروں گا۔

محمد شاہ اس تقریر کو بالکل سکوت و خاموشی کے ساتھ سُنتا رہا۔ اور قریب شام وہاں سے اُٹھ کر اپنے خیمہ واپس آیا۔ یہاں بعض افسروں نے گرائی غلہ کے بارے میں بنیوں کی شکایت کی۔ حکم دیا کہ لوٹ لو۔ بازار ٹ جانے سے اور بھی ہڑتال مچ گئی۔

محمد شاہ کے لشکر میں اُس روز سے غلہ بالکل میسر نہ آتا تھا۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ سیر گریہوں اور زوروں پر سیر بھی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ (اے جھک کے بھاؤ اور اس وقت کے بھاؤ میں مقابلہ کیجئے) اور یہ اس وجہ سے کہ پڑاؤ پر کوئی دکاندار خوف کے مارے نہ آتا اور نہ کوئی سپاہی مورچہ سے باہر جاسکتا تھا۔

نادر شاہ کی طرف فراہمی غلہ کا یہ انتظام تھا کہ ہزاروں سپاہی تیس چالیس کوس کا دھواں لگاتے اور جہاں سے پاتے زبردستی سینہ زوری سے لوٹ لاٹ کر لے آتے اور اپنے کیمپ میں انبار لگا دیتے تھے۔ لہذا انہوں نے روپیہ ۱۲ سیر بکٹا تھا۔ صرف اس وزمرہ کی لوٹ مار کے ذریعہ سے چودہ ہزار آدمی نادر کی خوشخوار جابر ظالم فوج کے ہاتھوں کام آئے۔

اس دن نادر شاہ نے اپنی فوج کے ہر ایک سپاہی کو۔ خدنگار کو سب ماہ تنخواہ انعام میں عطا کی۔ نادر شاہ نے سُن رکھا تھا کہ شہر دہلی کے آدمی کینہ جو۔ دغا باز۔ اور بد مزاج ہیں۔ لہذا بہت ہتھیاری سے وہ سب ہزار سوار لیکر قلعہ میں پہنچا۔ اور باقی فوج کو شہر چھوڑ آیا۔ محمد شاہ ہتھیار کر کے لے گیا اور دونوں نے ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتہ نوش کیا۔

رات کو نادر شاہ نے سعادت خاں کو دربار میں طلب کیا اور پیش کش والے روپیہ کا بڑی سختی سے متقاضی ہوا۔ سر دربار میں
الغاف میں گالیاں دیں۔ اسی صبح کو سعادت خاں دہلی آرزو کا بقیہ بغل میں دبائے اور نمک حرامی کا داغ مانگنے پر لگا۔ کتاب بند ہو
روانہ ہو گیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ انتہائے ندامت اور صدمہ میں زیر کھالیا۔ لیکن ہم تو یہی کہتے ہیں کہ نمک حرامی اور جس کسی کو نہیں بھلتی۔
اسی کا یہ ثمرہ ہوا۔ نادر ایسا سخت گیر۔ وہ بھلا مرنے پر بھی کب چھوڑنے والا تھا۔ حکم دیا کہ اس نمک حرامی کی ساری جائیداد ضبط کرو۔
چنانچہ کل مال و متاع ضبط ہو کر نادر شاہ کے خزانے میں داخل ہوا جو دو کروڑ کا نکلا۔ یہ بد دیانتی اور نمک حرامی کرنے کا صلہ ہوا۔
(آج جو حکمران رشوت ستانی، اور جو بیواری بلیک مارکیٹ کر کے روپیہ اکٹھا کر رہے ہیں۔ اُن کو اس تواریخی واردات سے سبق
حاصل کر کے دیش کے ساتھ غداری نہیں کرنی چاہئے۔)

دہلی کا قتل عام

عید الضحیٰ کے دن سر بلند خاں قلعہ میں طلب کیا گیا۔ یہاں طماسپ خان وکیل۔ مصطفیٰ خاں عرض نیگی۔ نظام الملک اور
قمر الدین خاں کے ساتھ تمام دن مشورہ رہا۔ کہ زربشیکش کیونکر فراہم کیا جاوے۔ دوپہر کے وقت طماسپ خاں نے غلہ منڈی میں سپاہیوں
کو بھیجا کہ دوکانیں کھلوائیں اور غلہ کا نرخ طے کریں۔ چنانچہ گیہوں کا نرخ فی روپیہ دس سیر قرار پایا مگر چونکہ یہ نرخ میوہ باریان غلہ کے
بالکل خلاف تھا۔ لہذا شام کے وقت انہوں نے شہر کے غنڈوں کو جمع کیا۔ اور کئی سپاہیوں اور غلہ خریدنے والوں نیز نادر کے سپاہیوں کو
مردا ڈالا۔ اور انہوں نے پھیلا دی کہ نادر شاہ قید کر لیا گیا۔ بعضوں نے غپ اڑائی کہ اسکو زہر دیا گیا۔ یہ سچ ہے ہی تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا
ہو گیا۔ شہر کے چھ شہرہ۔ اوباش۔ بدعاش۔ جتنے تھے سب اکٹھے ہو گئے اور جس قدر ہتھیار مل سکے لے کر قلعہ کی طرف موج دریا کی
مانند چبھائے اور گھنگور گھماؤں کی طرح برس پڑے۔ اور نادر شاہ کے سپاہیوں کو جو بیرون قلعہ متعین تھے۔ کاٹ ڈالا۔ بہت سی
توپیں اور ہندو تین قلعہ اور ٹرے بڑے اونچے مکاناتوں سے سر کی گئیں تاکہ اوباشان شہر کی جماعتیں منتشر ہو جائیں اور پاس نہ رہیں۔

مورخہ ارڈی لچو یوم کشینہ۔ ۵ بجے صبح کو عین اس حالت میں جبکہ ہنگامہ بڑھتا ہوا تھا۔ نادر شاہ غیظ میں آکر گھوڑے پر سوار
ہوا اور قلعہ سے باہر نکل کر آتش فساد فرود کرنے کی غرض سے چاندنی چوک میں آیا اور اپنے سپاہیوں کی لاشیں جا بجا پڑی ہوئی دیکھ کر اپنی
فوج کو حکم دیا کہ شہر میں قتل عام شروع کر دو۔ پس اس وقت کی حالت نہ گفتہ بہ ہے۔ پھیل پھیل گئی۔ قیامت کبریٰ کا نمونہ سامنے پھر گیا غضب
الہی ٹوٹ پڑا۔ صرافہ آرزو سے لیکر پڑنی عید گاہ تک جو تین کوس کے رقبہ زمین کے اندر ہے اور ایک طرف جتلی قربان اور دوسری طرف تباہ
منڈی اور مٹھانی والے پل تک ان تمام مقامات میں قتل عام کا بازار گرم ہوا۔ لڑکا۔ بڑھا۔ جوان۔ مرد یا عورت جو ہلا مارا کر زمین پر
ڈال دیا کشتوں کے پٹے لگا دیے۔ ہزاروں سر سہرا ہٹھو کر کھائے پھرتے تھے۔ خون کی ندیاں جاری ہو گئیں۔ ہزاروں لاکھوں کو
مار کر بھی ان ظالم سفاک بے رحم غضب ناک قاتلوں کو کسی طرح سیری نہ تھی۔ ہر ایک بے کس مظلوم پر اس طرح جھپٹ کر جا پہنچتے تھے
جیسے کوئی بھوکا شیر بکریوں پر جا پڑتا ہے۔ روٹی بازار جو ہری بازار سب لوٹ لے گئے۔ اکثر مقامات کو آگ لگا کر بھونک دیا۔ بڑی بڑی
عمارتوں کو کھودا۔ لوٹا۔ پھونکا۔ عورتوں کو بوجہ۔ بچوں کو تھیم بنایا۔ اسپر بھی چین نہ آیا۔ پردہ نشین عورتیں ان سنگدلوں کے پیچھے
کھلے سہرے بہتہ پا گرفتار تھیں جن کو وہ نہایت بے حرمتی کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لے جاتے تھے۔ تمام شہر میں ایک اکہرامی

مگر کوئی داد فرماید سننے والا نہ تھا۔ قتل عام کے شروع ہوتے ہی بلوائی لوگ فوراً کاخورد ہو گئے۔ لیکن سیچا رہے مظلوم بگیاہ معزز شرفا۔ اعلیٰ خاندان والوں پر انہی چنانچہ ایک باعزت اور شریف خاندان کی بیس باعصمت عورتوں نے اپنی شرم ناموس اور غیرت عفت کے شریفانہ خیال کی وجہ سے تمام عورتوں کو ایک مقام میں اکٹھا کر کے آگ لگادی + اٹھ بجے صبح سے تین بجے شام تک معرکہ قتل و غارت گرم رہا۔ تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار لوگ مارے گئے۔ دس ہزار عورتوں نے کنوئیں رگر کر جانیں دیدیں۔ ان میں سے بعض بعض دو تین روز کے بعد نکالیں گئیں۔ جنکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور انکی وہ بُری حالت تھی جو دیکھی نہ جاتی تھی۔ بہت سے لوگ مضطرب و پریشان ایک عارف اللہ گوشہ نشین کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور بحال زار عرض کیا کہ یا حضرت! ہم لوگوں پر قہر آسمان ٹوٹ پڑا۔ آپ اللہ دعا کیجئے کہ جو خونخوار سفاک نادار کے ہاتھ سے امان ملے۔ ان بزرگوار (فقیر اللہ) نے حسرت و آنسو کے بھیج میں فرمایا:- کہ۔

شامت اعمال ماصورتِ نادر گرفت۔ میاں یہ اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

فتح دہلی کی مسرت میں تمام ممالک عروسہ فارس کو تین سال کی مالگزار کی معاف کردی اور سپاہیوں میں چار کروڑ 88 لاکھ روپیہ انعام تقسیم کیا۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد نظام الملک نے حاضر کیا۔ اور مسمیٰ قدر قمر الدین خاں نے پیش کیا۔ اور تین کروڑ روپیہ دیگر افسران اور امر و رؤساء شہر سے وصول کیا گیا۔ شاہزادی سلیمہ کا نکاح مولوی تاج محمود صاحب نے پڑھا۔ محمد شاہ نے بیہوش ہزار کے قیمتی جواہرات اور پچاس ہزار روپیہ نقد اور توپخانہ وغیرہ جہیز میں دیئے۔

صحیح تشخیص بقاعدہ علاج عمدہ دوائیں

حاصل الخاص دانش

پٹھوں کی کمزوری رعشہ او
نزلہ زکام اور دماغی تھکاوٹ
بلغم کی زیادتی کے لئے
قیمت دس کوئی تین روپے
قیمت ایک شیشی تین روپے

گاندھی دواخانہ ۵۵ آڈی کمانڈر دہلی فون 289929

ماہر رسالہ اوم دہلی کی ملکیت اور دوسری تفاس کے متعلق دلی

- ۱۔ مقام اشاعت۔ دہلی ۶۔ (۲) اسکی اشاعت کی سیاد ماہوار
 - ۳۔ پرنٹر کا نام۔ گورکھ ناتھ مندرہ
 - ۴۔ قومیت۔ ہندوستانی
 - ۵۔ پتہ۔ معرفت رسالہ اوم اندرون جمہوری گیٹ دہلی
 - ۶۔ پبلشر کا نام۔ گورکھ ناتھ مندرہ
 - ۷۔ قومیت۔ ہندوستانی
 - ۸۔ ایڈیٹر کا نام۔ گورکھ ناتھ مندرہ
 - ۹۔ قومیت۔ ہندوستانی
 - ۱۰۔ پتہ۔ معرفت رسالہ اوم اندرون جمہوری گیٹ دہلی
 - ۱۱۔ ان افراد کے نام اور پتے جو اخبار کے مالک اور شرکت دار ہیں
- یا کسی سرمایہ کے ایک فیصدی کے حصہ دار ہیں۔ شری گورکھ ناتھ مندرہ
پرنٹر پبلشر ایڈیٹر و مالک رسالہ اوم جمہوری گیٹ دہلی
ہیں گورکھ ناتھ مندرہ اعلان کرتا ہوں کہ مندرہ بالا تفصیل
درست علم و یقین کے سچی ہیں۔ پبلشر کے مخط۔ گورکھ ناتھ مندرہ۔ ۵۶

اوم

بھارت کے نو نالو



شری گوپال داس مسرور

جو سر اٹھا کے چلیں ہم سبھی وطن کیلئے
چلو تو چاند ستاروں کی انہن میں چلو
تمہیں ہو قوم کی اُمیدِ تم ہی نازِ وطن
تمہارے دم سے شہیدوں کی یاد قائم ہے
جہاں میں اپنے غزائے کی داستان ہے
قدم قدم پہ نظاروں کا انتظام کرو
قدم قدم پہ نیا ایک انقلاب اٹھے
بڑھائے تم نے جدھر ہاتھ دوستی کے لئے
نہیں ہوا ہے اگر منجھرتہب را الہو
بڑھو جدھر بھی شہادت کا جام لے کے بڑھو
ہزار جنگ کریں بل کے عینِ پاک اگر
جیو وطن کیلئے اور مرو وطن کے لئے

تو آسمان بھی جھکے سجدہٴ حین کے لئے
بڑھو تو ہاتھ میں تیغ و نشان اٹھا کے بڑھو
تمہیں تے خون سے سینہ چاہی یہ وطن کا حین
تمہارے دم سے یہ ہندوستان داگیم ہے
کریں وہ کام کہ دنیا میں عز و شان ہے
قدم قدم پہ بہاروں کا اہتمام کرو
ہر اک قدم پہ نیازِ زلزلوں کا باب کھلے
ہوئے ہیں آج وہ اکادہ دشمنی کے لئے
تو دشمنوں کو بٹا دو رہے نہ نام نہاد
رہ و فایں شہیدوں کا نام لے کے بڑھو
تمہارے سر کو بھی یہ چھکا سکیں نہ مگر
پیو جو جام شہادت پیو وطن کے لئے

جو قوم شان سے مسرور سر اٹھا کے چلے
تو کل جہاں اسے سر جھکا جھکا کے چلے

ماتا چنت پورنی کے نزدیک

بڑو بھدر کالی کا پراچین سبتھ مند

لیکھک: ہینڈلٹ کیدار ناتھ پربھاکر گوجر اولیہ سنجی لاک بھارتیہ جینروگیان اوتھان ستھان لکھتی نگر سہارنپور (یو، پی)

بستولی سے ناھن اور ٹھیکانکوٹ سے کوتناکے پھیلے ہوئے پٹاری پردیس کا نام مہا بھارت میں برکرت (विक्रत) پردیس کے نام سے ملتا ہے۔ اس کا بھی ایک کارن ہے کہ اس میں چوڑے علاقے میں بھوٹے ٹپڑے ندی نالوں کو چھوڑ کر تین ٹپڑے بڑے دریا (راوی، بیاس اور ستلج) بہتے ہیں اس پردیس کو برکرت یعنی تین دریاؤں کی دھرتی کا نام دیا گیا ہے۔ اس پردیس میں بے شمار پراچین سبتھ مند۔ رشیوں ہریشیوں کے تپ بن اور پوترندیاں موجود ہوتے ہیں یہ سدا کے سارا علاقہ ہی ایک تپہ تھ مانا گیا ہے۔ مثال کے طور پر نینا دیوی امپکا دیوی۔ جالپا دیوی۔ جوالاجی۔ تارنی دیوی۔ تارا دیوی۔ کالکا دیوی۔ چندی دیوی۔ چنت پورنی۔ بڑو بھدر کالی۔ آشا پورنی۔ پامندا دیوی اور نگر کوٹ کی رانی یعنی کانگرہ والی ناتا کے پرستھ دیوی مند اور شری سبتھ ناتھ۔ سدھ ناتھ۔ مہاکال۔ بختیشور۔ کالیشور۔ کروریشور۔ ترلوکی ناتھ۔ دیر بھدیشور۔ نندی کشور۔ پل کیشور۔ بکلی مہادیو اور بھونٹ ناتھ وغیرہ۔ وغیرہ۔ پرستھ شنگر جی کے مندروں کی پوجن۔ رن موچن۔ زینو کاجی۔ برہم رام نال۔ کھجور۔ برہما اور من ہرش وغیرہ وغیرہ پوتر اور پرستھ مند (بھیلین) اور وان گنگا گیت گنگا۔ گہری گنگا۔ شو گنگا۔ کھیر گنگا۔ ماکندے۔ سواں۔ پینرو۔ ونودا اور مالنی وغیرہ پوترندیاں اور ہرش وید ویاس۔ جمدگنی۔ وشنو شت ماکندے برہم۔ منو (منالی جتنکے نام پر ہے) سبتھ بابا ناتھ و گورکھ ناتھ جی کے اشتم اس پردیس کی پوترتا اور شرتیا کی آج بھی گوہی دے رہے ہیں۔ یہاں چپے چپے پر کوئی نہ کوئی دھتھ۔ اشتم یا کوئی پوتر استھان دیکھنے کو ملے گا۔ رامائن کال میں بھگوان رام و مہا بھارت کال میں پانڈو اور ان کے بعد آج دن تک ان سبتھ اندوں کا ذکر کرتے لوگ برابر آتے ہیں اور اتے رہینگے یہ تو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ چنت پورنی۔ جوالاجی۔ کانگرہ۔ ویننا دیوی کے پرستھ استھانوں میں آج دن تک بھی ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بھگتے لوگ درشنوں کو آتے ہیں۔

سہاچل پردیس میں جہاں پر بھگوتی مہا دیوی لکھن مستہ یعنی چنت پورنی ناتا کا سبتھ استھان ہے۔ وہیں سے بھگوتی بڑو بھدر کالی کے پراچین استھان کو ایک کچا راستہ جاتا ہے۔ دوری صرف ۵ میل ہے جسکی حالت بہت خراب ہے اور یاتروں کو وہاں تک جانے میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو یہ سہاچل گورنمنٹ اس طرف توجہ دیکر اس ویران راستہ کو آباد کرے اور ہر سال لاکھوں یاتری اس استھان پر آجانے سے گورنمنٹ کے خرچے بھی با آسانی لکھ لویں گے۔ دوسرا راستہ اس دوری استھان تک جانے کا ہوشیار پور سے چنت پورنی جانے والی سڑک پر لگسریٹ سے دولت پور بہتے ہوئے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ (لگسریٹ ہوشیار پور سے موٹر روڈ پر ۶۰ میل دور ہے یہاں ۹ میل کی دوری پر موٹر روڈ پر دولت پور گاؤں ہے جو کہ آٹھ سے بھی موٹر روڈ سے ملتا ہوا ہے۔ یہاں سے ۲ میل دور بڑو بھدر کالی کا استھان ہے۔ پراچیوٹ موٹر کار وغیرہ با آسانی جاسکتی ہے۔ دیے پیدل کا راستہ ہے جو سیدھا ماتا چنت پورنی تک جاتا ہے۔ دولت پور سے چنت پورنی ۱۰ میل ہے۔ بھگوتی بھدر کالی کا مند سواں نام کی پور ایک ندی کے کنارے پر واقع ہے جس کا شاستروں میں بڑا مقام و رخن کیا گیا ہے۔

مندر کتنا پرانا ہے اس کا اندازہ اس گھٹنا سے لگ سکتا ہے۔ آج سے لگ بھگ ۵۵ سال پہلے سواں ندی کے بہاؤ سے مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ اور مندر کے گرجے کا خطرہ تاک ہو گیا تھا۔ اس وقت بڑو بھدر کالی گاؤں کے پٹنشی شری ہر چند شاہ جی نے اپنی پوتر کمائی سے اسکی مرمت کا خرچہ اپنے اپنے اوپر لیا اور مرمت شروع ہو گئی۔ لیکیاک شاہ جی کو خیال آیا کہ کون نہ مندر کی بنیاد سے مرمت شروع کروائی جاوے تاکہ دوبارہ پانی کا خطرہ ہی نہ رہے چنانچہ اسی غرض سے مندر کے چاروں طرف زوروں سے کھدائی کا کام شروع کروا دیا گیا۔ زمانہ سستا تھا شاہ صاحبہ کو لگ بھگ کافی سے زیادہ کھدائی کی گئی مگر "مض بڑھ گیا جوں جوں دوا کی" والی مثل بن گئی جھگوٹی بھدر کالی نے اپنے امتحان کا پتہ نہ لگے دیا اور بنیاد اور گہری ہوتی چلی گئی آخر کار کھدائی کا کام مجبوراً چھوڑ کر مندر کی مرمت کی طرف دھیان دیا گیا۔ اور بنیاد کے چاروں طرف مٹی وغیرہ گروا کر بھر دیا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مندر بہت ہی قدیمی ہے۔ صرف لوگوں کو اس کے بارے میں زیادہ جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ پرسدھ نہیں ہو پایا ہے۔

مندر کے اندر جھگوٹی جھکتی جھننی بھدر کالی کا مندر پٹنڈی (گول اکور) روپ میں امتحان ہے۔ جلیے چنیت پورنی وکانگرہ کے مندر میں اور ماتا وشنو کے دربار میں دراج مان ہے جتنے بھی پراچین شوشنلی یا وشنو جی کے استھان آپکو دیکھنے میں ملتے وہاں آپکو پٹنڈی روپ میں ہی درشن ہونگے ساکار مو رتی پوجا کی پرکھا (رواج) بہت بعد میں جاری ہوا تھا۔ آج سے کافی سے پہلے اس استھان پر بہت بڑی مندی تھی اور یہ جگہ بارونق اور مشہور تھی مگر جب سے پہاڑ میں کچھ سرکس بننے سے موٹر بس وغیرہ سے آمد و رفت شروع ہوئی تب سے جو جھگہ ان سڑکوں سے دور رہ گئیں ہیں۔ وہاں پر رونق کم ہوتی گئی ہے اور جو جو مقام سڑک کے نزدیک آگئے وہاں پر خوب رونق بڑھ گئی ہے۔ یہی حالت اس پراچین استھان کی ہوئی ہے۔ نہ تو گورنمنٹ نے ہی تو مدد دی ہے اور نہ انار قدیمہ نے ہی کبھی ادھر دھیان دیا ہے۔ ورنہ یہ استھان بھی چنیت پورنی اور حوالاجی کی طرح آج بھارت میں پرسدھ ہوتا۔ جو یا تری چنیت پورنی یا حوالاجی وغیرہ کوششوں کو جانتے ہیں انکو اس دویہ استھان کا بالکل ہی پتہ نہیں ہے۔ ورنہ دراصل میں یہاں کی یا تری اور وشنو کا کچھل چنیت پورنی اور حوالاجی سے کم نہیں ہے۔

پورا ناک کھتاؤں کے انوسار یہ استھان بھگوان رام یا پراشوتتم رام کے سیمے کا ہے۔ کہتے ہیں جب بھگوان رام اور ماتا جانی مہالیہ کی یا تری کرتے کرتے ایک باریاں آئے تو اسی وقت یہاں پر سرگد (بڑھ) کا بڑا بھاری درخت تھا۔ بھگوان رام اور سیتا ماتا آرام کے لئے اس گھنے برکھش کے نیچے چھوڑی دیری کے لئے بیٹھ گئے۔ یہ استھان انہیں بڑا سندھ بھی لگا۔ کیونکہ ایک طرف سواں ندی کی پوتر جیل دھالا بہ رہی تھی اور دوسری طرف گھنے جنگل اور اونچے اونچے درخت من کو بھار رہے تھے۔ چھوڑی دیری کے بعد بھگوان رام اور ماتا تشواری سیتا آپس میں پریم بھری باتیں کرنے میں لگ گئے۔ باتوں باتوں میں بلوان راون کبتھ کرن اور اندرجیت کو مارنے کا پر سنگ چل پڑا۔ ماتا جانی نے کہا کہ آپ نے بڑے بڑے بلوان رکھشی اپنے باجھوئل سے مارے ہیں مگر اگر آپ یہاں سے پورب دیس میں سمندر کے تیر گنگا ساگر کے پردیس میں راجیہ کر رہے ہیں مہا بلوان رکت بیج کو اگر ختم کر کے وہاں کے لوگوں کو اس دشت کے غلوں سے بچاویں تب میں آپکی شکتی کو سمجھ سکوں گی۔ (ویدیان ہے یہ رکت بیج مارکنڈے پرا ۱۰، ۱۱) والے رکت بیج سے بالکل الگ ہے جسکو جھگوٹی جہاسر سوتی نے مارا تھا (یہ بات سنتے ہی بھگوان رام اس دشت کو سماعت کرنے کیلئے آپ کو پرکھ گنگا ساگر میں مہا پتھجی اور اس رکھش کو بیٹھ کیلئے لکھارنے لگے۔ کئی دنوں تک یہاں چلتا رہا اور کئی بار بھگوان رام نے اس رکھش کو مارا مگر اس کو یہ وردان تھا کہ جتنے بھی کئے کہ اس کے زمین پر گرے گئے اتنے ہی ویسے رکھش اور پیدا ہوئے لاپار ہو کر بھگوان رام کو واپس آنا پڑا اور ماتا سیتا سے اسے مارنے کے لئے کہنے لگے۔ دراصل میں اسی رکھش کا انت جانی جی کے

ہونا تھا۔ یہ تو صرف لیلہ تھی جو دنیاوی لوگوں کو دکھائی گئی تھی بھگوان رام کی گھٹنا سننے ہی نا سینا کو کرودھ آگیا اور ایک دم کاٹرا
بھینکر وکراں روپ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہزاروں لاکھوں یوگیوں بجز لئے ہوئے اُن کے چاروں طرف پیدا ہو گئی۔ اکاش سے
دیوتاؤں نے نیشوں کی ورشا کی اور رشی مہرشیوں نے دلاں اکر جگہ سب کی آرتی کی اور پراختھنا میں کرنے لگے۔

तां भद्रकालीं तपसा ज्वलन्तीं महेश्वरी शुद्ध महत्प्रतिष्ठाम् ।

शुद्धात्मकल्याण गुण स्वभावां वन्दे सदा चेतसां भद्रकालीम् ॥

اس کے بعد بھگوتی جھڈر کالی نے گڑگا ساگر پر جا کر اُسی دُشت رکش کو ختم کیا اور اُس کا رکت یوگیاں چاٹ چاٹ کر پی گئیں اور سنسار
پر سکھ شانتی قائم کی۔ تب سے لیکر اس امتحان پر بھگوتی جھڈر کالی کا پوجن ہونا شروع ہو گیا۔ اس امتحان کا نام برگد کے رکش کے کارن بڑھ جھڈر
کالی پڑ گیا۔ بھگوتی نے اس دوپہ امتحان کو یہ وردان دیا کہ جو بھی یہاں پر شردھا اور پریم سے رشن کرنے آئے گا اس کے سب سنگٹ دور ہو جائیگے۔
اور اُسے پریم پدی کی پراپتی ہوگی۔

نہو س کال میں جب پانڈو گھر منے پھرتے یہاں پر آنکے تب ہر رشی وید دیا س اور دوسرے رشیوں نے اُن کو اس پریم پوتر امتحان کی مہما اور
انہاں کا ذکر کیا۔ پانڈو نے بعد مانتا لگتی کے بھگوتی جھڈر کالی کا پوجن کیا اور امتحان کو دوبارہ بنوایا۔ جب مہا بھارت کا مہان یُدھ ہوئے ہار ہوا تھا۔
تب دیر اجن نے بھگوتی جھڈر کالی کی استوتی یہاں پر اکر کی اور یُدھ میں وجے پانے کیلئے وردان مانگا۔ وہ استوتی ذیل میں درج ہے۔

नमस्ते सिद्धसन्तानि प्रार्ये मन्दरवासिनि ।

कुमारीकालि कपालि कपिले कृष्ण पिङ्गले ॥

भद्रकालि नमस्तुभ्यं महाकालि नमोऽस्तुते ॥

نسب سے لیکر اب تک اُن گہنت راجہ مہاراجہ۔ رشی۔ مہرشی۔ سادھو۔ ہاتا۔ گرھستانی اور دوسرے لوگ برابر دشمنوں کو آتے رہے ہیں اور
منود پنچت پھل کی پراپتی کرتے رہے ہیں۔ لاکھوں سال کا یہ پرچین سبھ شلوق مندر راج بھی سنسار کے دکھی لوگوں کو شانتی اور مکتی پڑان کر
رہا ہے۔ اس امتحان پر رہ کر اگر بھگوتی جھڈر کی پراختھنا اب بھی کیجا وے تو جو جا ہیں پھل ملتا ہے۔ رشن کرنے سے ختم جنم کے پاپ نشٹ ہوتے ہیں۔
من کو شانتی ملتی ہے۔ چریت اور اسوک تو راتروں میں اور ہر رشی کو یہاں پر دو بدور سے یا تری ہزاروں کی تعداد میں مانتا کے دشمنوں کو آتے ہیں اور ویسے
جب بھی کوئی اس پوتر امتحان پر جانا چاہے با آسانی جاسکتا ہے۔ کیلئے کے دنوں میں یہاں پر لگ بھگ 30 دوکانیں کھل جاتی ہیں جو عام دنوں
میں بند رہتی ہیں۔ ویسے کچھ دکانیں ہر وقت کھلی رہتی ہیں۔ جہاں پر کھانے پینے اور پرشاد کیلئے سب کچھ با آسانی دستیاب ہو سکتا ہے۔ یہاں پر ایک
کنواں بھی ہے جس کا پانی دور دور تک مشہور ہے۔ سواں ندی سے اس قدیمی امتحان کو براہ نقصان پہنچتا رہتا ہے اور سہا پل پر دیس گورنمنٹ و دوسرے
ادھیکاریوں سے پراختھنا کرتا ہوں کہ اس پوتر امتحان کی رکھشا کیلئے کوئی نہ کوئی بوجناب کر اسے برباد ہونے سے بچانے میں مدد کرنی چاہئے۔
تاکہ یہ امتحان گہرنے سے بچ سکے۔

بڑھ جھڈر کالی کے نواسی اور مانتا جگہ مہا کے پریم سبھوک شری جگت رام شاہ جی و شری مہر چند شاہ جی۔ دوسرا پتہ دوکان نمبر 100 (لوکر بازار) شملہ
ہے تو اپنے جیون کو ماں کے درجن کر دیا ہے۔ یہاں پر ایک پرچین دھرم شاہ تھی جو کہ بانی کی وجہ سے گہر گئی تھی اور یا تریوں کو بڑا پریشان ہونا
تھا بھگوتی کی کربا سے سبھ جگت رام شاہ جی کی دھرم پتی شرم پتی جیتی دیوی جی نے اُسے نئے سرے سے تعمیر کروایا ہے اور مانتا جھڈر کالی کے

مند کے اندر سنگ مرمر لگاوا کر مندر کی شویھا کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر مانا بھدر کالی کی کمرپاسے دو دروازے
بیٹھ بھگت جنوں کو اس دیوہ استھان کا بالکل گیان نہیں ہے اپنی پوتر کمائی سے اس استھان پر سدھار کریں تو وہ دن دور نہیں کہ یہ
استھان بھارت کا پرسدھ تیرکھ ہونے کے علاوہ ایک شاندار استھان بن سکتا ہے۔ اگر سب پریمی ملکر کوشش کریں تو مانا چنت پورنی
کے استھان سے بڑو بھدر کالی تک پچی سڑک ہما چل راہیہ کے اہلکار بنوا سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہر باتری یہاں پر بہ آسانی درشنوں کو
آج کے ٹیک میں اُسکیگا۔ ہمارے بھارت میں ایسے انیک پرسدھ اور پراچین استھان چھپے پڑے ہیں جو کا پانچ فیصدی لوگوں کو بھی
پتہ نہیں ہے ان میں سے یہ استھان بھی ایک ہے۔

ناظرین "اوم" سے میری پُر زور درخواست ہے کہ وہ جب بھی بھگوتی چنت پورنی یا جوالاجی کے درشنوں کو جاویں تو اس
پوتر استھان کے درشن کرنے ضرور ایک بار جاویں۔ اور جو دوسرے لوگ وہاں یا تیرا کرنے جاویں انہیں بھی اس استھان کے بارے
میں پوری پوری جانکاری دیکر درشن کرنے کو مجبور کریں تاکہ انکی یا تیرا سچیں ہو۔ جو لوگ مندر کے سدھار کیلئے اپنی شہ کمائی یا ناکام سیوا
یا کوئی مزید جانکاری کرنا چاہیں وہ سینٹھ بگت رام شاہ دوکان نمبر ۱ لوتربازار شملہ سے کریں یا سینٹھ بگت رام شاہ مقام پوسٹ
بڑو بھدر کالی براستہ دولت پور ضلع کانگرہ ہما چل پر دیس سے کرنے کی کمرپاس کریں اور اپنا جیون سچیل بنادیں۔ "اوم شانتی"

ریو لو

ہندی لپتاک شری ویشنو دیوی یا تیرا جی کے لیکھا پرسدھ جو تیشی شری کیدار ناجی پڑ بھاکر ہیں
بغرض ریو لو ہمارے پاس پہنچی ہے۔ اس لپتاک کی لکھائی چھپائی وغیرہ میں شری پربھاکر صاحب نے کمال
ہی کر دیا ہے۔ لپتاک کو ہاتھ میں لینے سے ہی اس کی خوبیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بھگوتی درگا کی اگر شن کرنے والی سہ رنگی تصویر
کو دیکھ کر من پر سن ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً بیس عدد دیگر ایک رنگی تصاویر ہیں۔ نیز ویشنو دیوی یا تیرا کا مکمل نقشہ
دیا گیا ہے جو کہ یا تریوں کے لئے بہت ہی لالچہ انگیک ہے اس لپتاک کے لئے ہمارا رجہ ڈاکٹر کرن شیکھ جی گورنر نیز شری غلام محمد
شیکھ منتری کشمیر گورنمنٹ نے اپنی شیکھ کامنائیں بھیجی ہیں
لالہ بھیم سین جی نیچر ہائی کشنر آف انڈیا حال لنکا (سیلون) نے اس لپتاک کی بہت تعریف کی ہے۔ بھگوتی درگا
کے بھگتوں اور ویشنو دیوی کی یا تیرا کرنے والے یا تریوں کو یہ لپتاک منگو کر لالچہ اٹھانا چاہئے۔
قیمت دو روپے علاوہ محمول ڈاک۔

منگا لے نا کا تہ

پندت کیدار ناتھ پربھاکر لکشمی نگر سہارنپور (ہوئی)

تصحیح مندرم نام صفحہ ۱۸۱ دوسرے ہزار ہجرت کی تاریخ ۱۹۳۹ء سے اسکی بجائے ۱۸۳۹ء درست کی جائے۔

مصنف شری جے سی۔ ملہوترہ۔ اینیل پبلیکیشن ہاؤس ۵/۱۷۔ لاہور نگر
نئی دہلی۔ ۱۲۔ اعلیٰ سفید کاغذ صفحات ۶۴۔ قیمت ایک روپہ پچیس پیسہ
علاوہ ڈاک خرچ۔

ایلو پویش
ایک پریش

پتنگ کا سرورق متعلقہ مضمون کا آئینہ دار ہے۔ لکھا ہے۔ دھواک حجت میں تیاگ اور تپ کا مجسمہ ایک پریش
پوجیہ پردے سمراٹ سنت شرومتی روحانی رہنما گدی ٹھاکراں جو لال بارغ آزاد پور دہلی میں ۱۹۵۶ء سے ایکانت پذیر ہیں۔
شری ۱۰۸ ٹھاکر شری چند جی مہاراج کے جیون کی ایک جھلک مصنف نے شری ٹھاکر جی مہاراج کو اپنی شردھا کے پھول چیں انداز
میں پھینٹ کئے ہیں پاٹھک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یوں تو ہمارے پرشوں کے جیون چرت ایشور بھگتوں کے لئے
ویسے ہی امرت تلیہ ہوتے ہیں اس پر اگر اُن کا لکھان روچک ڈھنگ سے کیا گیا ہو تو سونے پر سہاگہ والی بات ہو جاتی
ہے۔ اس لحاظ سے ایک پریش "ایک پھل کرتی ہے اور شری ملہوترہ جی نے اسے لکھ کر واقعی تلیہ لاکھ کیا ہے۔ اپنے پیش لفظ میں
مصنف نے کتاب کا محصل یوں بیان کیا ہے۔
"پوجیہ ٹھاکر جی نے رام نام کے راڈ کو بھلی بھانتی سمجھا ہے رام نام کا بل آپ نے اپنے سپرک میں آنے والوں کو پریش رُپ
میں انکی منو کا منائیں پوری کر کے دکھایا ہے۔ آپ نے رام چرت ماس کے انیکوں اکھنڈ پاٹھ دیکھیں گے دکھ دُر کرتے گئے
کئے اور اُن سے مرادیں پوری ہوئیں۔"



ایک نرالی شان پیدا کرتے کیلئے
بلی بوت پالش
ایسڈ
بلی بوت کریم
استعمال کیجئے

کپس نے جدید ترین فازلور کے تجربات سے اس میں بہت سی
خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ سچ ہی خریدیئے، استعمال کیجئے اور ملاحظہ فرمائیے، روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں۔
بلی بوت پالش کمپنی دہلی ۶

ہمارے کتنے بچے ہونے چاہئیں؟



ہم خوشی خوشی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں: کوئی فکر، کوئی مسئلہ، کوئی مشکل نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے: ایک خوش حال کنبے میں کتنے بچے ہونے چاہئیں؟۔ آج شادی شدہ جوڑوں میں سے ۷۰ فیصد ایسے ہیں جو تین سے زیادہ بچے نہیں چاہتے۔ اب وہ دن گئے جب ماں باپ زیادہ بچوں کو خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔ ہاں کنبے کو محسوس درد رکھنے کے مستعد دہائیوں میں۔

پروفیسر، اتر پردیش، بہار اور بنگال میں آبادی کا سروے

ملکات اور مفت شدہ کے لئے
فیملی ویلفیئر پلاننگ سینٹر میں جانیں

ہما بھارت

دنیا کی سب سے بڑی پشتک ہے۔ سنسکرت کے آٹھ لاکھ شلوکوں کا مجموعہ
ہے۔ نیپتی اور دھرم کا ادب و جنت گرنہ ہے جسکو ہر شری دید و پاس جی نے
پانچ سال کی شب و روز محنت سے تیار کیا تھا اور جسکو وہ دونوں نے پانچواں
دید مانا ہے۔ آج اس کی مانگ روس، عرب اور دیگر ممالک کر رہے ہیں۔
شریدھ بھگوت گیت تاجو کہ تمام سنسار میں پرستہ ہے۔ وہ بھی اسی ہما بھارت
کے بھیشم پرکاش ایک حصہ ہے۔ یہ گرنہ تمام ویدوں، شاستروں اور پورانوں کا
سار ہے۔ نل، مینتی، دشینت، شگندھا، ستیہ وان ساوتری اور راجہ
شوی وغیرہ بشارتھوں کے علاوہ کوروؤں پانڈؤں کے ہما بھارت یدھ
کا مفصل حال اس میں پڑھئے۔ اپنے دھرم کی واقفیت کیلئے ہر منہ کو یہ گرنہ
ضرور پڑھنا چاہیے۔ ہم نے اس گرنہ کو اردو میں چھپوایا ہے جس میں
مکمل اٹھارہاں پر بوج نہیں۔ جگہ جگہ پر سرورنگی اور رنگی تصاویر چسپاں
کی گئی ہیں۔ ٹائٹل سے رنگا اور خوبصورت مضبوط جلد میں لٹوس کاغذ
علیٰ سفید لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ سائیز ۳۰ × ۲۰۔

حصہ اول، صفحات ۶۲۔ قیمت ۱۳/- روپیہ

میلنے کا پتہ: رسالہ اوم، اجیمیری گیٹ، جلی